تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

22

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
30واں سال

4 تا 10 ذوالقعدہ 1442ھ/15 تا 21 جون 2021ء

مومن صرف اللہ پر توکّل کرتے ہیں!

ایمان کا ثمرہ اور لب لباب ''توکّل علی اللہ'' قرار دیا گیا کہ ﴿وَعَلٰی رَبِّهِمۡ یَتَوَكَّلُوۡنَ﴾ (الانفال:2) ''اور وہ (اہل ایمان) اپنے پروردگار پر توکّل کرتے ہیں''۔ چنانچہ توکّل صرف اللہ پر ہو، توکّل ساز و سامان اور اسباب و وسائل و ذرائع پر نہ ہو، توکّل اپنے زورِ بازو پر نہ ہو، توکّل اپنی ذہانت و فطانت پر نہ ہو۔ راہِ حق میں جو کچھ تمہیں کرنا ہے اس کے لیے بھی بھروسا اگر اپنے زورِ بازو اور اپنی ذہانت و فطانت پر ہے تو پھر بھی ناکام ہو جاؤ گے۔ توکّل کلیتاً اللہ کی تائید و نصرت پر، اللہ کی توفیق پر اور اللہ کی مدد پر ہو۔ ہمارا کام محنت کرنا، مشقت جھیلنا، ایثار کرنا اور قربانیاں دینا ہے۔ اگر ہم یہ کر گزریں تو ہم تو سرخرو ہو جائیں گے۔ ہوگا وہی جو اللہ چاہے گا، اور اُس وقت ہوگا جب اس کو منظور ہوگا۔ یہ فیصلہ ہماری خواہش کے مطابق نہیں ہوگا۔ ہم تو چاہیں گے کہ فوراً لپک کر منزل پر جا پہنچیں ع منزل کی طرف دو گام چلوں اور سامنے منزل آ جائے! ہر شخص یہی چاہے گا۔ کون چاہے گا کہ میں چلتا چلا جاؤں، چلتا چلا جاؤں اور منزل پھر بھی نگاہ کے سامنے نہ آئے۔ لیکن اس کے لیے بھی تیار رہو کہ اللہ کو ابھی مطلوب نہیں ہے تو پھر ہمیں بھی وہی چیز پسند ہے جو اسے پسند ہے۔ یہ راضی برضائے ربّ کا مقام ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

اک عرضِ تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے
سابقہ اقوام کی تباہی اور موجودہ....
میڈیا ڈویلپمنٹ اتھارٹی آرڈیننس
اسلام کا سماجی اور معاشرتی نظام (iii)
حضرت اُمّ ایمنؓ
امریکا، اسرائیل: ایک سکہ، دو رخ

پردے کے حوالے سے بالغ بچوں اور بوڑھی خواتین کا مسئلہ

سُورۃُ النُّور ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ آیات:59، 60

وَ اِذَا بَلَغَ الۡاَطۡفَالُ مِنۡکُمُ الۡحُلُمَ فَلۡیَسۡتَاۡذِنُوۡا کَمَا اسۡتَاۡذَنَ الَّذِیۡنَ مِنۡ
قَبۡلِہِمۡ ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمۡ اٰیٰتِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ﴿۵۹﴾ وَ الۡقَوَاعِدُ مِنَ
النِّسَآءِ الّٰتِیۡ لَا یَرۡجُوۡنَ نِکَاحًا فَلَیۡسَ عَلَیۡہِنَّ جُنَاحٌ اَنۡ یَّضَعۡنَ ثِیَابَہُنَّ
غَیۡرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیۡنَۃٍ ؕ وَ اَنۡ یَّسۡتَعۡفِفۡنَ خَیۡرٌ لَّہُنَّ ؕ وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۶۰﴾

آیت:۵۹ ﴿وَاِذَا بَلَغَ الۡاَطۡفَالُ مِنۡکُمُ الۡحُلُمَ فَلۡیَسۡتَاۡذِنُوۡا کَمَا اسۡتَاۡذَنَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ؕ﴾ ’’اور جب تمہارے بچے بلوغت کی عمر کو پہنچ جائیں تو چاہیے کہ وہ بھی اجازت لیں جیسے ان سے پہلے لوگ اجازت لیتے ہیں۔‘‘

﴿کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمۡ اٰیٰتِہٖ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ﴿۵۹﴾﴾ ’’اس طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیات کی وضاحت کرتا ہے۔اور اللہ علیم ہے، حکیم ہے۔‘‘

آیت:۶۰ ﴿وَالۡقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیۡ لَا یَرۡجُوۡنَ نِکَاحًا﴾ ’’اور (گھروں میں) بیٹھ رہنے والی عورتیں جواب نکاح کی امیدوار نہ ہوں‘‘

جن عورتوں کی نکاح کرنے کی عمر نہ رہی ہو اور وہ معمر ہو چکی ہوں۔

﴿فَلَیۡسَ عَلَیۡہِنَّ جُنَاحٌ اَنۡ یَّضَعۡنَ ثِیَابَہُنَّ﴾ ’’تو ان پر کوئی حرج نہیں اگر وہ اپنے (اضافی) کپڑے اتار دیا کریں‘‘

یعنی ایسی عورتوں کے لیے ضروری نہیں کہ وہ بڑی چادر ہی اوڑھ کر گھر سے باہر نکلیں۔ اسی طرح گھر کے اندر بیٹھے ہوئے ان پر جوان عورتوں کی طرح ہر وقت دوپٹے اوڑھے رکھنے کی پابندی نہیں ہے۔

﴿غَیۡرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیۡنَۃٍ ؕ﴾ ’’بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں۔‘‘

اپنی چادریں اتار کر رکھ دینے سے ان کی نیت دوسروں پر اپنی زینت ظاہر کرنے کی نہ ہو اور نہ وہ بظاہر ایسا کریں۔

﴿وَاَنۡ یَّسۡتَعۡفِفۡنَ خَیۡرٌ لَّہُنَّ ؕ وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۶۰﴾﴾ ’’اور اگر وہ اس معاملے میں احتیاط ہی کریں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔اور اللہ سب کچھ سننے والا، ہر چیز کا جاننے والا ہے۔‘‘

ان کے سن رسیدہ ہونے کی وجہ سے انہیں جو رعایت دی جا رہی ہے اگر وہ اس رعایت سے فائدہ نہ اٹھائیں اور اپنے کپڑوں کے بارے میں حتی الوسع احتیاط ہی کریں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے، کیونکہ شیطان تو ہر وقت انسان کی تاک میں رہتا ہے۔کیا خبر کس وقت وہ کوئی فتنہ کھڑا کر دے۔

فرمان نبویؐ

سخاوت کی اہمیت

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ : ((اَلسَّخِیُّ قَرِیۡبٌ مِّنَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡجَنَّۃِ قَرِیۡبٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِیۡدٌ مِّنَ النَّارِ، وَالۡبَخِیۡلُ بَعِیۡدٌ مِّنَ اللّٰہِ بَعِیۡدٌ مِّنَ الۡجَنَّۃِ بَعِیۡدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِیۡبٌ مِّنَ النَّارِ))
(ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’سخی اللہ سے قریب ہوتا ہے، جنت سے قریب ہوتا ہے، لوگوں سے قریب ہوتا ہے، جہنم سے دور ہوتا ہے۔ اور بخیل اللہ سے دور ہوتا ہے، جنت سے دور ہوتا ہے، لوگوں سے دور ہوتا ہے، جہنم سے قریب ہوتا ہے۔‘‘

تشریح: انسانی عادتوں میں سخاوت یعنی اپنے مال کو اللہ کی راہ میں غریبوں پر خرچ کر دینا اللہ، اس کے رسولؐ اور مخلوق خدا کو بہت پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ سخی کو جنت عطا فرمائے گا۔ اسی طرح سخاوت کی ضد کنجوسی ہے۔ جو اللہ، رسولؐ اور لوگوں کو ناپسند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کنجوس کو جہنم کی وعید سنائی ہے۔

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

4 تا 10 ذوالقعدہ 1442ھ جلد 30
15 تا 21 جون 2021ء شمارہ 22

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

''دار الاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اک عرضِ تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے

تاریخ شاہد ہے کہ برصغیر کے مسلمان کا اسلام سے جذباتی تعلق زیادہ اور عملی تعلق کم ہے۔ بات کا آغاز کرنے سے پہلے ہی یہ واضح کرنا لازم ہے کہ ہمارے نزدیک اگرچہ مسلمان کا اسلام سے تعلق جذباتی بھی ہونا چاہیے، لیکن اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن حکیم میں جگہ جگہ ایمان کو عمل سے جوڑا ہے۔ گویا ایمان کے بعد عمل ہی اہم بھی ہے اور فیصلہ کن بھی۔ بہرحال یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ تقسیم ہند اور قیام پاکستان میں مذہبی جذبات نے فیصلہ کن رول ادا کیا تھا۔ لیکن مسلمانانِ پاکستان اس حقیقت کو نہ سمجھ سکے کہ کسی عمارت کی تعمیر کے لیے سنگ بنیاد رکھنے کے لیے تو ارادہ اور جذبہ ہی کافی ہوتا ہے، لیکن مضبوط، مستحکم اور دیرپا عمارت کی تعمیر کے لیے عزمِ صمیم کے ساتھ عمل کی ضرورت ہے۔ ایسے عمل کی جس میں تسلسل بھی ہو اور خلوص بھی تاکہ منزل کا حصول ہو سکے۔ بدقسمتی سے ہم نے قیام پاکستان کو منزل کے لیے زینہ سمجھنے کی بجائے اِسے ہی منزل سمجھ لیا۔

1949ء میں یعنی قیام پاکستان کے ڈیڑھ سال بعد قراردادِ مقاصد کی صورت میں سفر کے لیے سمت کا تعین تو ہو گیا، لیکن یہ محض کاغذی کارروائی ہی رہی اور ایک قدم بھی منزل کی جانب بڑھایا نہ جا سکا جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ قوم کی گاڑی کو ریورس گیر لگنا شروع ہو گیا۔ یہ پس قدمی ہمیں روز بروز منزل سے دور کرتی چلی گئی اور جو مملکت لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ لگا کر حاصل کی گئی تھی، اُسے محمد الرسول اللہ ﷺ کے ہدف کی طرف بڑھانے کی بجائے ہم متاعِ دنیا کی دوڑ میں کھو کر ''وہن'' کی بیماری کا شکار ہو گئے۔ جسے ہادیٔ اعظم ﷺ نے اپنی امت کے لیے انتہائی خطرناک قرار دیا تھا۔ پاکستانیوں کی اکثریت پر دھن کی دُھن سوار ہو گئی۔ دین سے عملی تعلق کم سے کم تر ہوتا چلا گیا۔ ایک طبقہ جو بائیسکل سے لینڈ کروزر میں منتقل ہو گیا تھا اُس نے اپنے ضمیر کو تھپکی دینے کے لیے شاندار مساجد تعمیر کرائیں، وہاں قالین بچھائے اور ایئرکنڈیشنڈ لگوائے، دینی مدارس قائم کیے۔ گویا وہ اپنی دینی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو گئے۔ علاوہ ازیں سعودی عرب اور امارات وغیرہ میں سیال سونے کی دریافت نے وہاں کی دنیا بدل دی تھی۔ یہ دولت کچھ نہ کچھ پاکستان کی طرف بھی بہادی گئی جس سے متوسط طبقہ نے تقویت حاصل کی۔ مذہبی عناصر کو بھی اس سے فائدہ ہوا۔ دینی مدارس نے بھی قوت حاصل کی اور مسالک کی بنیاد پر قائم انتہائی کمزور جماعتیں وسائل کی بہتات سے مضبوط ہوئیں۔ تو اُنہوں نے علامہ کے ایک شعر کے اس مصرعہ کو ''جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی'' کو بنیاد بنا کر اپنے لیے اقتدار کا حصول دین کا اوّلین تقاضا قرار دے دیا۔ جماعت اسلامی کو ایک استثنائی حیثیت حاصل تھی۔ وہ قبل از تقسیم ایک نظریہ کی بنیاد پر قائم ہوئی تھی اور مسلکی تقسیم سے بالاتر تھی۔ اُس نے تو شروع میں امیدواری کو بھی حرام قرار دے دیا تھا، لیکن بعد ازاں کان کو الٹے ہاتھ سے پکڑنے کے فارمولے کو استعمال کرتے ہوئے آہستہ آہستہ پوری طرح انتخابی

میدان میں کود گئی۔ ان مذہبی سیاسی جماعتوں نے ہر حکمران کو اپنا حریف بنا لیا۔ اعلانیہ اور غیر اعلانیہ مطالبہ یہ تھا کہ تم ایوانِ اقتدار سے نکلو ہم آئیں گے۔ کیونکہ پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا اور اسلام کے اجارہ دار تو ہم ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر سیاسی مذہبی جماعت میں اقتدار کی خواہش اتنی شدید تھی کہ وہ کسی دوسری مذہبی جماعت کو بھی اس میں حصہ دار بنانے کو تیار نہ تھی، اسی وجہ سے مذہبی جماعتوں کا باہمی سر پھٹول بھی رہا۔ لہٰذا وہ انتخابات میں دوسری سیکولر جماعتوں سے بُری طرح پٹتے رہے۔ البتہ اس ساری صورت حال کا دوسرا پہلو یہ تھا کہ مساجد اور مدارس کی بہتات سے قرآن وحدیث کی تعلیم میں بڑی وسعت آئی۔ بدقسمتی سے عمومی طور پر تو اس سے فائدہ نہ اٹھایا گیا اور امانت ودیانت، راست بازی اور حق گوئی جیسی صفات معاشرے میں پھیلی ہوئی مادہ پرستی تلے دبی رہیں۔ ہوس زر نے پاکستانیوں کی روحانی قوت کو جس طرح دبوچا ہوا تھا اس سے بہت کم لوگوں میں مذکورہ صفات پیدا ہوسکیں۔ لیکن اتنا ضرور ہوا کہ واعظین نے منبر ومحراب سے عام مسلمان کے مذہبی جذبات کو مہمیز لگا دی۔ نبی اکرم ﷺ کی پاک ذات سے محبت تو یقیناً مسلمان کے اندر ودیعت ہے۔ لہٰذا وہ بھی جسے ہم نان پریکٹسنگ مسلمان کہتے ہیں، وہ بھی آپؐ کی محبت میں سرشار ہو کر کٹ مرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ سے یہ محبت، یہ عشق یقیناً قابلِ تحسین ہے۔ لیکن تحریک پاکستان کے دوران لگنے والا وہ نعرہ پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ کہاں دَب گیا ہے؟ کیا پاکستان کا مطلب اب بدل چکا ہے؟ یا صرف نعروں تک محدود ہو گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اور اُن کے صحابہؓ نے جان جوکھوں میں ڈال کر اسلام کا جو نظام عدلِ اجتماعی قائم کیا تھا اُس کا اوّلین سنہری دور جسے خلافتِ راشدہ کا دور کہا جاتا ہے، جو یقیناً انسانی تاریخ کا بے مثل دور تھا جس میں دنیا واقعتاً جنت نظیر بن گئی تھی پھر بعد ازاں جب خلافت ملوکیت میں تبدیل ہوگئی تب بھی دنیاداری کے پیوند لگنے کے باوجود صدیوں انسانیت اِس نظام کی برکات سے مستفید ہوتی رہی۔ پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ درحقیقت اِس نظام کو نافذ کرنے کے عزم کا اظہار تھا۔ لیکن اِس نظام کو نافذ کرنے کا ذکر اب مذہبی، سیاسی جماعتیں بھی گول کر رہی ہیں۔ ہم دینی، سیاسی جماعتوں سے بڑے اضطراب سے ایک سوال پوچھتے ہیں کہ عشقِ مصطفیٰ ﷺ سے سرشار قوم کو وہ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لیے متحرک کیوں نہ کرسکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نعرہ بازی جتنی چاہے کر لی جائے، منشور میں جو چاہیں لکھ دیں۔ انتخابی نشان چاہے ترازو لے لیں یا کتاب ہم یہ لکھنے پر مجبور ہیں کہ اسلامی نظام کا نفاذ مذہبی سیاسی جماعتوں کی عملاً اب ترجیح نہیں رہی۔ تحریک پاکستان کے دوران اسلام کا نعرہ پاکستان کے حصول کے لیے لگایا گیا تھا۔ اب مذہبی جماعتیں یہی نعرہ حصول اقتدار کے لیے لگا رہی ہیں۔ یہ الزام نہیں حقیقت ہے وگرنہ ایم ایم اے کے دور میں سابق صوبہ سرحد میں ہم اسلامی نظام کی کوئی جھلک ہی دیکھ چکے ہوتے اگر اسلامی نظام کا قیام کسی بھی درجہ میں مذہبی سیاسی جماعتوں کی ترجیح ہوتا تو کیا سیکولر اور لبرل جماعتوں سے وہ اتحاد بناتے۔ انتہائی تکلیف اور دکھ کی بات تو یہ ہے کہ اگر سیاسی مفاد تقاضا کرے تو ہماری مذہبی سیاسی جماعتیں اسلام کے خلاف دریدہ دہنی کرنے والوں کو ''جی آیاں نوں'' کہتے ہیں! اور دونوں بازو پھیلا کر سینہ سے لگا لیتے ہیں۔ بہرحال یہ تو ماتم اور سینہ کوبی ہے جو ہم ایک عرصہ سے کرتے آ رہے ہیں لیکن ہمارے مخاطبین کان دھرنے کو تیار نہیں بہرحال ہمارا معاملہ یہ ہے کہ کوئی مانے نہ مانے ہم حق بات کہتے چلے جائیں گے۔

اک عرضِ تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے

حق بات کو دہرائے چلے جانا قرآن پاک کا اسلوب ہے، جسے اپنانا ہمارے لیے اعزاز ہے اِس مرتبہ ہم اپنی بات مذہبی سیاسی جماعتوں کے سامنے ایک دوسرے انداز سے رکھیں گے۔ ہماری نگاہ میں دینی جماعتوں کی یہ پسپائی انتخابات میں حصہ لینے کی وجہ سے ہے۔ انتخابات کے نتائج میں جب سے عوام یہ دیکھتے اور سنتے آ رہے ہیں کہ فلاں سیکولر جماعت کے اتنے لاکھ ووٹ اور فلاں جماعت کے اتنے لاکھ ووٹ اور اسلامی جماعت کے چند سو یا چند ہزار ووٹ تو عوام کے نزدیک ان کی وقعت کم ہوتی چلی گئی اور وہ مذہبی سیاسی جماعتیں جو سٹریٹ پاور کے حوالے سے حکومتوں کے اعصاب پر سوار رہتی تھیں، اُن کی سٹریٹ پاور بھی معدوم ہوگئی۔ ہم اِن مذہبی سیاسی جماعتوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ زمینی حقائق کا جائزہ لے کر دیانت داری سے بتائیں کہ مستقبل قریب میں ہی نہیں مستقبل بعید میں بھی اُنھیں کہیں دور دور انتخابات میں کامیابی نظر آتی ہے اور اگر کسی کے کندھوں پر سوار ہو کر اقتدار میں آ بھی گئے تو کیا اسلامی نظام کا قیام ممکن ہوگا تو پھر سٹرٹیجی کے طور پر نہ سہی خدارا مجبوری سے ہی انتخابات کے راستے کو ترک کریں۔ اِس قوم پر رحم فرمائیں۔

پہلے تحریک پاکستان کے دوران اُن کے جذبات سے کھیلا گیا۔ اب یہ کھیل حصولِ اقتدار کے لیے نہ کھیلیں بلکہ عوام کو اصل صورتِ حال سے آگاہ کریں۔ اِس حوالے سے زوردار مہم چلائیں۔ اُن پر اسلامی نظام کی برکات اور ثمرات واضح کریں۔ اُنھیں بتائیں کہ اسلام کے بغیر پاکستان اپنے وجود کا جواز کھو بیٹھے گا۔ اُنھیں بتائیں کہ اسلام سے اُن کی آخرت ہی نہیں دنیا بھی وابستہ ہے۔ یہ آگاہی مہم ایک منظم، پُرامن، عوامی تحریک کی شکل اختیار کرے اور مقتدر طبقات کو اسلامی نظام نافذ کرنے یا اقتدار چھوڑنے پر مجبور کیا جائے۔ یہاں یہ سوال بڑا اہم بھی ہوگا اور منطقی بھی کہ اگر انتخابات سے اسلامی نظام کے قیام کا امکان نہیں تو کیا کسی تحریک کے کامیاب بلکہ برپا ہونے کے امکانات ہیں؟ یقیناً فوری طور پر نظر نہیں آ رہے ہیں، لیکن پھر بھی نتائج کے حوالے سے ایک بہت بڑا فرق ہے۔ پاکستان کی تاریخ گواہ ہے کہ دینی جماعتوں نے جب بھی خالص اسلامی ایشو پر تحریک چلائی تو کامیابی نے اُن کے قدم چومے۔ مزید براں مذہبی سیاسی جماعتیں جب سیکولر اور ملحد قسم کے لوگوں سے اتحاد بنا کر بھی اسلام کے قیام کے حوالے سے ناکام ہوجائیں گی تو یہ دنیا اور آخرت دونوں کی مکمل ناکامی ہوگی۔ لیکن ٹھیٹھ اسلامی بنیاد پر اُٹھنے والی تحریک اگر دنیوی طور پر ناکام ہوتی ہے تو یہ عارضی دنیا کی عارضی ناکامی ہوگی۔ خلوص سے محنت ومشقت کی ہوگی تو آخرت میں زبردست کامیابی ملے گی۔

گر بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا ہارے بھی تو بازی مات نہیں

سابقہ اقوام کی تباہی اور موجودہ دجالی تہذیب

جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے 4 جون 2021ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

ہم سورۃ النجم کی آخری آیات کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ آج ان شاء اللہ آیت 49 سے مطالعہ کا آغاز کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿٤٩﴾﴾ ''اور یہ کہ وہی شِعریٰ کا بھی ربّ ہے۔''

شِعریٰ ایک ستارہ ہے جس کی عرب میں پوجا کی جاتی تھی اور عرب کے علاوہ دیگر کئی علاقوں میں بھی اس کی پوجا کی جاتی تھی۔ انگریزی میں اس کے لیے ڈاگ سٹار اور دیگر الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ ڈاگ سٹار کہنے کے پیچھے بھی وجوہات ہیں لیکن اس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔ البتہ مفسرین نے ان تفاصیل کو نقل کیا ہے۔ مصر کے لوگ بھی قدیم زمانے میں اس کی پوجا کرتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ اس ستارے کی وجہ سے مصر میں خوشحالی آتی ہے۔ ان سارے باطل تصورات کی قرآن نفی کر رہا ہے۔ تمام ستاروں سمیت اس پوری کائنات کا پیدا کرنے والا صرف اللہ ہے اور کائنات کی ہر چیز صرف اسی کے حکم کی پابند ہے۔ اس حوالے سے ایک بہترین مکالمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں سورۃ الانعام میں بیان ہوا ہے۔ ایک ستارہ طلوع ہوا اور غروب ہو گیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ جو غروب ہو گیا وہ تو میرا رب نہیں ہو سکتا۔ پھر چاند نکلا اور دیکھتے ہی دیکھتے غروب ہو گیا۔ آپؑ نے فرمایا یہ بھی میرا رب نہیں ہو سکتا۔ پھر سورج پر توجہ کی وہ بھی شام کو غروب ہو گیا تو فرمایا جو غروب ہو جائے وہ میرا رب نہیں ہو سکتا۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ (الانعام:79)

''میں نے تو اپنا رخ کر لیا ہے یکسو ہو کر اُس ہستی کی طرف جس نے آسمان وزمین کو بنایا ہے۔''

ابراہیم علیہ السلام اللہ کے پیغمبر ہیں۔ توحید پر کاربند ہیں، توحید ہی کی دعوت دے رہے ہیں۔ یہ مکالمے کا انداز قوم کو سمجھانے کے لیے تھا کہ اپنے اندر جھانک کر تلاش کرو کہ حقیقت کیا ہے؟ قرآن میں جا بجا اس طور پر شرکیہ عقائد کی نفی کی گئی ہے۔ پھر قرآن میں پچھلی قوموں کا ذکر بھی سمجھانے کے لیے آیا۔ یہاں بھی مختصراً ارشاد ہوا:

مرتب: ابو ابراہیم

﴿وَاَنَّهٗٓ اَهْلَكَ عَادَا ۨ الْاُوْلٰى ﴿٥٠﴾﴾ ''اور یہ کہ اُسی نے ہلاک کیا تھا عادِ اولیٰ کو۔'' (النجم:50)

عادِ اولیٰ سے مراد قوم عاد ہے۔ عادِ ثانی قوم ثمود کو کہا جاتا ہے۔ قوم عاد کی طرف ہود علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ اس کی تفصیل قرآن میں دیگر مقامات پر آئی ہے۔ قوم عاد میں سے جو صاحب ایمان لوگ عذاب الٰہی سے بچ گئے تھے ان کی اولاد آگے چل کر ثمود کہلائی۔ آگے فرمایا:

﴿وَثَمُوْدَا۟ فَمَآ اَبْقٰى ﴿٥١﴾﴾ ''اور ثمود کو بھی' پس کسی کو باقی نہ چھوڑا۔''

قوم ثمود کی طرف صالح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا گیا تھا اور اس قوم کی فرمائش پر اونٹنی کا معجزہ عطا کیا گیا مگر اس بدبخت قوم نے اونٹنی کو بھی ہلاک کر ڈالا۔ بالآخر عذاب اس قوم پر نازل کیا گیا۔ آگے ارشاد ہوا:

﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴿٥٢﴾﴾ ''اور قوم نوح کو بھی (ہلاک کیا) ان سے پہلے۔ یقیناً وہ تو ان سے بڑھ کر ظالم اور ان سے بڑھ کر سرکش تھے۔''

قوم نوح کی سرکشی اور ظلم کی وجہ سے اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور طوفانِ نوح میں غرق ہو گئی۔ آگے فرمایا:

﴿وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿٥٣﴾﴾ ''اور (اُسی نے) الٹی ہوئی بستیوں کو پٹخ دیا۔''

جیسا کہ لوط علیہ السلام کی قوم کو الٹ دیا گیا تھا۔ وہ قوم بھی شرک کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑے گناہ میں مبتلا ہو چکی تھی۔ وہ ہم جنس پرستی کا گندہ عمل تھا۔ اس قوم نے نکاح کے پاکیزہ بندھن کو چھوڑ کر غیر فطری راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے کئی طرح کے عذابوں میں اس قوم کو مبتلا کیا۔ ان کو اندھا بھی بنایا گیا، ان کی بستی کو اوپر لے جا کر پٹخ دیا گیا اور بحر مردار میں ان کو غرق کر دیا گیا۔ اس سے قبل ان پر پتھروں کی بارش بھی برسائی گئی۔ یہ شدید ترین جرم کی شدید ترین سزا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو دی۔ فرمایا:

﴿فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿٥٤﴾﴾ ''اور پھر اس کو ڈھانپ لیا جس چیز نے ڈھانپ لیا۔''

ڈھانپ لینے سے دو مراد ہیں۔ ایک مراد یہ ہے کہ اس قوم پر جو پتھر برسائے گئے انہوں نے اس کو ڈھانپ لیا۔ دوسری مراد یہ ہے کہ اس قوم کی بستی کو اُلٹا کر پٹخ دیا گیا۔ جہاں پٹخا گیا وہاں بعد ازاں پانی نے جمع ہو کر بحر مردار (dead sea) کی شکل اختیار کر لی۔ یہ ان کے لیے عبرتناک سزا تھی۔ اس بحر کو بحر مردار اسی لیے کہتے

ہیں کہ اس میں مچھلی بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔

یہ وہ قوم تھی جو نکاح کے پاکیزہ بندھن کو چھوڑ چکی تھی۔ لوط علیہ السلام اپنی قوم کے لوگوں کو سمجھاتے کہ یہ قوم کی بیٹیاں ہیں، ان سے نکاح کرو جو کہ ایک پاکیزہ بندھن ہے۔ لیکن وہ قوم بھی اس طرح کی بداخلاقی کی انتہا پر آ گئی تھی کہ نکاح کے پاکیزہ بندھن کو غیر ضروری سمجھنے لگی تھی۔ پھر یہ عبرتناک عذاب اس قوم پر آیا۔ یہ قرآن قصے کہانیوں کی کتاب نہیں ہے، یہ کتاب ہدایت ہے۔ صرف ثواب کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ کتاب اس لیے نازل کی گئی تھی کہ ہم اس سے ہدایت حاصل کریں۔ قرآن کریم خود فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ⑩﴾ (الانبیاء) ”(اے لوگو!) اب ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب نازل کر دی ہے، اس میں تمہارا ذکر ہے۔ تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟“

یہ زندہ کلام ہے اور ہر دور کے لیے راہنمائی ہے۔ پچھلی قوموں کے واقعات اسی لیے قرآن میں دہرائے گئے کہ ہم عبرت حاصل کریں اور جن گناہوں کی بدولت وہ قومیں ہلاک ہوئی تھیں ان سے دور رہیں۔ اصل عذاب تو آخرت کا عذاب ہے۔

﴿وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ﴾ (الزمر:26)

”اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے۔“

سب سے بڑا عذاب تو آخرت کا ہے۔ لیکن دنیا میں بھی گناہوں کا عذاب ہوتا ہے۔ لیکن کیا ہم قرآن کریم سے ہدایت لیتے ہیں اور پچھلی قوموں کے انجام سے سبق حاصل کرتے ہیں۔

چند دن قبل پاکستان کی ایک لڑکی ملالہ یوسفزئی نے مغرب کی زبان بولتے ہوئے بیان دیا کہ نکاح کی کیا ضرورت ہے پارٹنرشپ میں زندگی گزارو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

یہ وہی لڑکی ہے جس کو پاکستان سے یہ ڈرامہ رچا کر یورپ لے جایا گیا کہ یہاں اس پر بڑا ظلم ہوا ہے۔ اسی بہانے دینی طبقہ پر الزام تراشیاں بھی شروع ہو گئیں کہ یہ بڑے انتہا پسند قسم کے لوگ ہیں، سکولوں کو بند کروانا چاہتے ہیں۔ اس لڑکی کو یہاں سے باہر پوری فیملی سمیت بھیجا گیا، پھر اس کی ڈائری بھی لکھوائی گئی۔ پھر اس کی نوبل انعام میں شیئرنگ بھی کروائی گئی اور آج یہ شاخسانہ نکل کر سامنے آ رہا ہے۔ کسی اخبار نے بڑا اچھا ٹائٹل لگایا کہ اس لڑکی کے چہرے سے نقاب ہٹ گیا۔ آج وہ لڑکی کہہ رہی ہے کہ پارٹنر شپ ہونی چاہیے نکاح کی کیا ضرورت ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

انسان جس کا کھاتا ہے اسی کی زبان بولتا ہے۔ مغرب کی بے خدا اور دجالی تہذیب کے اثرات ہمارے ہاں بھی آ رہے ہیں۔ وہاں کہا جاتا ہے:

we are living together,we are not married.

یہ صاف لفظوں میں حرام کاری ہے، یہ زنا ہے۔ اس سے کم تر کچھ الفاظ نہیں کہے جا سکتے۔ آج اس لڑکی کے انٹرویو شائع ہو رہے ہیں اور کہلوایا جا رہا ہے کہ یہ نکاح کی آخر کیا ضرورت پڑ گئی، نکاح کے بندھن کے بغیر بھی ساتھ رہ سکتے ہیں اور پھر کہتی ہے کہ میں تو جا کر اپنے دوستوں کو شراب خانے میں شراب پیتے ہوئے بھی مشاہدہ کر لیا کرتی ہوں۔ یہ مغرب کا ایجنڈا ہے۔ وہ ہم لوگوں میں سے کچھ کو چنتے ہیں، ان کو پالتے پوستے ہیں، ان کو ہیرو بناتے ہیں اور پھر اپنے مطلب کی بات ان کی زبان پر لاتے ہیں۔ آج ان کو پریشانی کس چیز کی ہے؟ انہوں نے ہمارے سیاسی نظام کو مکمل طور پر بدل کر سیکولر بنا دیا۔ آج مسلم ممالک میں سیکولرازم کا ڈنکا بج رہا ہے۔ معاشی نظام بھی مکمل طور پر ان کے کنٹرول میں ہے۔ ہمارے معاشی نظام میں سود یوں رچ بس گیا ہے کہ اِسے معیشت کا لازمی جزو سمجھا جانے لگا ہے۔ اگر اس وقت مسلمانوں کے پاس کچھ بچا ہے تو وہ ان کا معاشرتی نظام ہے۔ جس میں ایک خاندانی نظام ہے جو نکاح کے بندھن سے ترتیب پاتا ہے۔ ایک نکاح ہی ہے جو ہمارے معاشرتی نظام کا سب سے مضبوط ستون ہے۔ اگر وہ گرا تو پورا خاندانی نظام درہم برہم ہو جائے گا، پورا معاشرہ تباہ حال ہو جائے گا اور اس کے بعد ہمارے پاس نہ دین بچے گا اور نہ دنیا و آخرت بچے گی۔ لہٰذا اسی ستون کو گرانے کے لیے نکاح کے خلاف مہم پر مہم چلائی جا رہی ہے۔ 8 مارچ کا دن خاص طور پر

پریس ریلیز 11 جون 2021ء

سانحہ کینیڈا در حقیقت اِسلاموفوبک دہشت گردی ہے

شجاع الدین شیخ

سانحہ کینیڈا در حقیقت اِسلاموفوبک دہشت گردی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ کینیڈا کے صوبے انٹاریو میں ایک ٹرک ڈرائیور نے پاکستانی نژاد مسلمان فیملی پر جان بوجھ کر ٹرک چڑھا دیا جس سے ایک بچے کے سوا پورا مسلمان خاندان شہید ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مغرب کی حکومتیں اور متعصب میڈیا ایک عرصہ سے اسلاموفوبیا میں مبتلا تھے جسے اب اُنھوں نے اپنی عوام میں بھی منتقل کر دیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اِس اسلاموفوبیا نے اب اسلاموفوبک دہشت گردی کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ ایک طرف تو مغرب مسلمانوں کی مبینہ دہشت گردی کو آڑ بنا کر مسلمانوں کی بستیوں کی بستیاں تباہ و برباد کر دیتا ہے لیکن دوسری طرف جب مسلمان دہشت گردی کا شکار ہوتے ہیں تو مجرم کے اِس فعل کی کئی تاویلات کی جاتی ہیں اور اُسے نفسیاتی مریض قرار دے دیا جاتا ہے اور دہشت گردی کے بدترین واقعات کو بھی قانون کی پیچیدگیوں میں گم کر دیا جاتا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ کسی حادثے میں غیر مسلموں کے متاثر ہونے پر امریکہ اور سارا یورپ آسمان سر پر اُٹھا لیتے ہیں لیکن انتہائی افسوس اور دُکھ کی بات ہے کہ مسلمان فیملی کے بے دردی سے قتل کیے جانے پر پاکستان اور ترکی کے سوا پوری امتِ مسلمہ مکمل طور پر خاموش رہی۔ حقیقت یہ ہے کہ امتِ مسلمہ کی یہ بے حسی دشمنانِ اسلام کی تقویت کا باعث بن رہی ہے اور وہ مسلمانوں کا خون بہانے میں جری ہوتے جا رہے ہیں۔ ضرورت اِس امر کی ہے کہ مسلمان سربراہانِ حکومت سر جوڑ کر بیٹھیں اور مسلمانوں کے خلاف اِس بڑھتی ہوئی دہشت گردی کے خلاف کوئی جامع لائحہ عمل بنائیں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

اسی مقصد کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ جس میں کبھی ایک بوڑھا وہیل چیئر پر بیٹھ کر بکواس کرتا ہے اور نکاح کا انکار کرتا ہے۔ کبھی کچھ مادر پدر آزادی کی خواہاں عورتیں کھڑی ہو کر نکاح کے خلاف باتیں کر رہی ہوتی ہیں۔ یہ کس کی بولی بولی جا رہی ہے؟ یہ اس دجالی تہذیب کی بولی بولی جا رہی ہے جس کے مفادات پر اسلامی تعلیمات کی ضرب پڑتی ہے۔ جب ہماری بہن یا بیٹی حجاب لیتی ہے، پردے کا اہتمام کرتی ہے تو بلین ڈالرز کی فیشن انڈسٹری پر وہ لات مارتی ہیں۔ جب ہم نکاح کے بندھن کی بات کر کے گھروں کو بسانے کی بات کرتے ہیں اور عورت کو اس کے اصل مقام پر رکھنے کی بات کرتے ہیں تو ان کی فلم انڈسٹری، ڈراما انڈسٹری اور ان کے سٹیج شوز کی انڈسٹری پر ضرب پڑتی ہے۔ اللہ نے ہمیں نکاح کی صورت میں پاکیزہ بندھن عطا کیا اور محرم و نامحرم کی تمیز عطا کی۔ جب ہم قرآن و سنت کی تعلیم کے مطابق مرد اور عورت کے آزاد اختلاط کی نفی کرتے ہیں تو مغرب کے مفادات پر ضرب پڑتی ہے۔ اس لیے کبھی یہ ہمارے اندر سے ایجنٹوں کو کھڑا کر کے اور کبھی ایف اے ٹی ایف کا ہوا کھڑا کر کے اور کبھی کوئی دوسرا نعرہ لگا کر ہم سے مطالبات کرتے ہیں کہ اپنے نصاب کے اندر سے یہ چیزیں نکالو۔ تمہارے دینی پروگرام بھی دکھائے جائیں تو اس میں بھی خاتون کو مولوی صاحب کے ساتھ بٹھاؤ۔ ہمیں ان حضرات پر افسوس ہے جو دینی طبقات کی نمائندگی کرتے ہیں اور ایک بے حیا اور بے پردہ عورت کے ساتھ بڑے آرام سے بیٹھ جاتے ہیں، کچھ ہیں سب کی بات نہیں کر رہا۔ جو یہ کرتے ہیں ان پر افسوس ہے۔ کل میں ایک پروگرام ریکارڈ کر رہا تھا تو میں نے کہا کہ آپ مرد حضرات ہیں مجھ سے سوال کریں میں جواب دوں گا۔ کیا عورت کو بٹھانا یہاں پر ضروری ہے؟

بہر حال یہ سارے مغرب کے تقاضے ہوتے ہیں تا کہ اس معاشرت میں بھی اس دجالی تہذیب کے اثرات کو مسلط کر دیا جائے۔ لوط علیہ السلام کی قوم کا قصہ دسیوں مرتبہ قرآن کریم بیان کرتا ہے۔ اس قوم نے بھی نکاح کا پاکیزہ بندھن چھوڑا، گندگی کے راستے کو اختیار کیا، ہم جنس پرستی کے گندے طرزِ عمل کو اختیار کیا۔ آج مغرب نے بھی اس لعنت کو قانونی پروٹیکشن دے رکھی ہے۔ مرد کی مرد سے شادی، عورت کی عورت سے شادی وہاں جائز قرار دے دی گئی۔ معاذ اللہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام زندہ کلام ہے، وہ بتا رہا ہے کہ اس قوم کے لوگوں کو اندھا کیا، ان کے اوپر پتھر برسائے گئے، ان کی بستیوں کو الٹ دیا گیا، ان کو غرق کر دیا گیا۔ اس لیے کہ انہوں نے نکاح کے پاکیزہ بندھن کو چھوڑا اور گندگی کے راستے یعنی زنا کے دھندے کو اختیار کیا قرآن حکیم کا یہ انداز ہماری آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے۔

اب بحیثیت مسلمان ہمارا فرض بنتا ہے کہ جتنی شدت کے ساتھ یہ اسلاموفوبیا کا شکار لوگ، دین دشمن قسم کے عناصر دین کے خلاف باتیں کریں ہمارے ایمان کا تقاضا ہے کہ اس سے بڑھ کر شدت کے ساتھ ہمیں اپنے دین کے ساتھ committment رکھنی چاہیے، اپنے دین کو ترجیح دینی چاہیے، اپنے دین کا پرچار کرنا چاہیے۔ اپنے دین کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے اور اپنے دین کے نظام کو قائم کر کے دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہیے۔ البتہ اگر اس مغربی تہذیب کی تباہیاں پڑھنا یا سننا چاہیں تو ان لوگوں کی تحریریں پڑھیں یا ان کو سنیں جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ اگر سو بندہ ایک دن میں اسلام قبول کر رہا ہے تو ان میں 65 یا 70 عورتیں ہیں۔ اللہ اکبر کبیراً۔ جو کہا گیا کہ

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

مغرب کا پروپیگنڈا یہ ہے کہ یہ اسلام پسند عورت کو گھر میں قید کر دیتے ہیں، یہ بڑا ظلم و ستم کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ مغرب میں ہی اگر سو افراد اسلام قبول کر رہے ہیں تو ان میں ستر عورتیں کیوں ہیں؟

یہ وہ عورتیں ہیں جنہوں نے ان جملوں کی پروا نہیں کی یا بے عمل مسلمانوں کا طرزِ عمل نہیں دیکھا بلکہ انہوں نے اسلام کو پڑھا ہے، انہوں نے قرآن کو پڑھا ہے، انہوں نے محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت کو پڑھا ہے اور دین کی حقانیت ان کو اپنے طرف کھینچ لیتی ہے۔ ان کا قلم جو لکھتا ہے وہ پڑھیں۔ انہوں نے اپنے ایمان کی قیمت ادا کی ہے۔ ہمارا معاملہ یہ ہے "مالِ مفت دلِ بے رحم" ہے۔ ماں کی گود میں کلمہ مل گیا کوئی قدر و قیمت ادا نہیں کرنی پڑی۔ ان کو پوچھیے جن کو کلمہ کی خاطر پورے معاشرے سے ٹکر لینا پڑتی ہے۔ ان کو اسلام کی حقانیت کا اندازہ ہے اور قدر و قیمت بھی معلوم ہے۔

مختصراً یہ کہ اسلام کے معاشرتی نظام پر جو حملے ہو رہے ہیں ان کا جواب ہمیں دین کو سیکھنے، اس پر عمل کرنے اور پھر اس کو قائم کر کے دینا ہوگا تا کہ دنیا کو اس کے ثمرات کا پتا چل سکے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بقیہ: زمانہ گواہ ہے

میں کوئی چیز برائی سے روک سکتی ہے تو وہ اللہ اور آخرت پر ایمان ہی روک سکتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے ذریعے ہمیں ملا ہے۔ لہٰذا اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کے حوالے سے وعظ و نصیحت منبر و محراب سے بھی اور گھر میں والدین کی طرف سے بھی ہونی چاہیے۔ خود بھی اپنے آپ کو غلط چیزوں سے بچائیں اور بچوں کو بھی بچنے کا کہیں۔ علماء کرام منبر و محراب کے ذریعے ان ایشوز کو بیان کریں۔ پھر جو لوگ سوشل میڈیا کو استعمال کر رہے ہیں اس پلیٹ فارم سے بھی کوئی اہم بات سمجھانے کے انداز سے لوگوں کے احساس کو بیدار کرنے کے حوالے سے کی جا سکتی ہے۔

قرآن مجید یہ کہتا ہے:

﴿فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝۴۳﴾ (النحل: ۴۳) "تو تم لوگ اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم خود نہیں جانتے ہو۔"

اصول تو یہ ہے لیکن میڈیا پر یہ ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو اسلام کے بارے میں کچھ پتا نہیں ہوتا ان سے چینلز پر دین کے بارے میں سوالات کیے جاتے ہیں۔ اب عورت مارچ کے حق میں لوگ بات کر رہے ہیں۔ ہر ایک کو ماؤتھ پیس مل گیا ہے۔ اسی طرح جنسی جرائم کی تشہیر کی جاتی ہے کہ ایسے جرم ہوا تھا۔ اس میں بہت سارے elements ایسے ہیں جو شریعت کے دائرے سے باہر ہیں۔ میڈیا پر کس چیز کو دکھانا ہے، کس کو نہیں دکھانا یہ بھی پابندی ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ کس چیز کو دیکھنا ہے اور کس کو نہیں دیکھنا اس حوالے سے والدین اپنے بچوں اور علماء عوام میں شعور و آگاہی پیدا کریں۔ کیونکہ دوسری طرف میڈیا والے لوگ برائی کو پھیلا رہے ہیں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ برائی کو چھپاؤ، پردہ ڈالو، اس کو عیاں نہ کرو لیکن میڈیا پر اس کو دوبارہ فلما کے بنایا جاتا ہے۔ پھر پاکستان میں ڈرامے ایسے لچر اور بے حیا بنائے جا رہے ہیں جن میں رحمی رشتوں کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ ان سب چیزوں کا اثر ہمارے ایمان پر پڑتا ہے اور ہمارے معاشرتی و خاندانی نظام پر پڑتا ہے۔ مغرب کا خاندانی نظام تباہ ہو چکا ہے اب وہ چاہتے ہیں کہ یہاں بھی وہی خرابی پیدا ہو۔

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha1@yahoo.com

22 (گزشتہ سے پیوستہ)

ے مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد
دریا کا ہمارے جو اُترنا دیکھے

وہاں شش جہات مسلمانوں پر غلامی کے خوفناک سائے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کے تاریک مستقبل کے تذکرے ہیں خود مسلمان شعائرِ اسلام اور نماز سے دور ہوگئے ہیں جابر وقاہر و بے رحم استعمار نے مسلمانوں پر عزت اور معاشرتی وقار کے دروازے بند کردیے ہیں مسلمانوں کی اشرافیہ انگریز سے مل کر مراعات کے مزے لے رہی ہے۔ ان حالات میں اب مسلمانوں کے لیے نماز پنجگانہ کی ادائیگی بھی جان جوکھوں کا کام ہے مسلمانوں میں صف آرائی کا جذبہ اور نظریاتی یکجہتی اور کسی امام کے پیچھے چلنے کے جذبے کا فقدان ہے کچھ معاشی طور پر پست طبقات میں دین کا نام باقی ہے آسودہ حال لوگ ’کالے‘ انگریز بن کر خوش ہیں۔

حضورِ حق _ 9 _ (II)

ز محکومی مسلماں خود فروش است
گرفتارِ طلسمِ چشم و گوش است
ز محکومی رگاں در تن چناں ست
کہ ما را شرع و آئیں بارِ دوش است

ترجمہ و تشریح برطانوی استعمار کے سائے میں غلام ابن غلام مسلمان اب (اس منحوس و جابر استعمار کے نظامِ تعلیم اور طرزِ حکومت کے اثرات سے خود فروش ہوگیا ہے حالات یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ) عزت اور معاش کے لیے ضمیر فروشی کررہے ہیں باحیثیت مسلمان آنکھ اور کان کے طلسم یعنی ناچ گانے کے انگریزی بیہودہ کلچر میں گرفتار ہوگئے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف انگریزی استعمار کے حق میں مخبری کرکے مراعات لے رہے ہیں اور خوش ہیں، زمین ہیں رقبے ہیں مری اور شملہ میں کوٹھیاں ہیں۔ سکھاشاہی کے انسانیت سوز اور اسلام دشمن دور کے بعد انگریز کے آنے سے مسلمانوں کو نماز روزے قرآن اور مساجد کھولنے کا جو ماحول ملا تھا اس سے انگریزوں کو غدار بھی (پورے ہند کے مقابلے میں) صرف پنجاب سے میسر آئے ہیں۔ جنگِ عظیم اوّل سے قبل یہیں کے لوگوں نے منحوس برطانوی استعمار کے کہنے پر کعبے پر گولیاں چلائیں اور اس کے بدلے زمینیں، عہدے اور تمغے پائے۔ اس فرعون و نمرود کی غلامی سے بدتر غلامی سے ایک نظریاتی مسلمان کے تن بدن کی رگوں میں خون سفید ہوگیا ہے، رگیں سست ہوگئی ہیں اور مسلمان کام سے جی چرانے والا اور کام چور بن گیا ہے۔ دنیا میں تو ذلت و رسوائی و غلامی و چاکری کے دن گزار رہا ہے۔ شاید دین کے معاملات اور اللہ کے احکام کی بجا آوری بھی اس کے کاندھوں پر بوجھ لگ رہی ہے۔ وہ اس شریعت اور دین مصطفیٰ ﷺ سے وفاداری کو بھی بوجھ سمجھ کر اتار پھینکنے کے چکر میں ہے اور شریعت و دین کے احکام سے بے نیاز بن گیا ہے۔ آج کے مسلمان غلامی کی لعنت کے ساتھ ساتھ بے یقینی اور شعائرِ اسلام پر یقین و ایمان کی دولت سے محرومی کا شکار ہیں جس سے دین نبی ﷺ سے روگردانی ہورہی ہے رہی سہی کسر پنجاب سے ایک خودساختہ، انگریزوں کے پروردہ و پرداختہ و PLANTED نبی اور اس کی معنوی ذُرّیت نے انگریزی حکومت کے زیرسایہ شر اور بے یقینی پھیلا کر پوری کردی ہے جس سے اُمت کے ذہین عناصر ارتداد کی طرف مائل ہوگئے ہیں۔

حضورِ حق _ 10 _ (I)

یکے اندازہ کن سود و زیاں را
چو جنت جاودانی کن جہاں را!
نمی بینی کہ ما خاکی نہاداں
چہ خوش آراستیم ایں خاکداں را!

ترجمہ و تشریح اے اللہ! تو نے حضرت انسان کو پیدا فرمایا ہے اور تو نے آدم علیہ السلام کو ’علم الاشیاء‘ دیا تھا کبھی یہ علم، علم وحی کے جلو میں مسلمان اُمت کے ہاتھ میں تھا اور مسلمانوں نے صدیوں دنیا میں عروج اور حکمرانی کی بہاریں لوٹی تھیں مگر سقوطِ غرناطہ کے بعد سے اب یہ علم اقوامِ یورپ اور صہیونی کارپردازوں کے نمائندوں اور یاجوج و ماجوج کی ذریت کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ اس مقتدر استعمار نے تجرباتی علوم میں ترقی کرکے سائنس کو بامِ عروج تک پہنچادیا ہے۔ جس سے کائنات کی پوشیدہ و مخفی قوتوں اور طاقتوں کی تسخیر سے حیاتِ انسانی میں ایک تعیش کا انقلاب آگیا ہے۔ ٹیلی گراف، ریل، موٹر کاریں، ہوائی جہاز، ریڈیو، سینما، کیمرہ، ٹی وی وغیرہ وغیرہ سے انسان نے اپنی دنیاوی زندگی میں وہ آسائشیں نکال لی ہیں کہ اس سے مغربی جابرانہ اور بے رحم استعمار کو گویا دوام مل گیا ہے اور اس استعمار کے عالی دماغوں نے جاودانی عیش کے لیے گویا ’جنت‘ کا سا ماحول بنالیا ہے اور خاک سے پیدا ہونے والے انسانوں نے اس خاکدان کو کس خوبصورتی سے سجادیا ہے اور جنت نظیر بنادیا ہے۔ مغرب کی مادی ترقی سے اہل دنیا بشمول مسلمان اس کے طلسم کا شکار ہوگئے ہیں کہ حورانِ جنت، جنت کی ویرانی پر پریشان ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اے اللہ! انسان کے اس دنیا کو تیرے ہی عطا کردہ علم و صلاحیت سے کام لے کر ہر قصبہ و شہر کو جنت نظیر اور مری و شملہ و سوات و سوئٹزرلینڈ بنادیا ہے۔

میڈیا انڈسٹری کو ریاستی کنٹرول میں لانے کے لیے میڈیا ڈویلپمنٹ اتھارٹی آرڈیننس ناگزیر تھا۔

ریاست، دین یا دینی شعائر کے خلاف کوئی بات ہو تو اس پر فوراً ایکشن لینا چاہیے: ایوب بیگ مرزا

سوشل میڈیا کو شترِ بے مہار چھوڑ دینا ہمارے دین کی منشاء نہیں ہے۔ اس میں کچھ حدود و قیود ہونی چاہئیں: آصف حمید

میڈیا ڈویلپمنٹ اتھارٹی آرڈیننس کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

سوال: الیکٹرانک اور سوشل میڈیا پر دی جانے والی خبروں میں کتنی حقیقت ہوتی ہے؟

آصف حمید: یہ اصل میں انسانی ذہن کو کنٹرول کرنے کا ایک طریقہ ہے جس کو ہم میڈیا ڈرائیون سوسائٹی یا میڈیا گائیڈڈ سوسائٹی کہتے ہیں۔ اسی میں سوشل میڈیا بھی شامل ہے۔ ہمارے دین کا مزاج قرآن میں اس طرح بیان ہوا ہے:

''اے اہل ایمان! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق شخص کوئی بڑی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو۔'' (الحجرات:6)

یعنی خبروں کی تصدیق یا چھان بین کرنا بہت اہم معاملہ ہے۔ مغربی معاشرے کا یہ خاصہ بن گیا ہے کہ وہ معاشرہ پوری طرح میڈیا گائیڈڈ ہے۔ وہاں کیا بات چلانی ہے، کتنی معلومات دینی ہیں، کتنی نہیں دینی، ذہنوں کو کس حد تک ایجوکیٹ کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے۔ یہ سارا کا سارا کام میڈیا کے پاس ہے۔ لوگ اپنے روزگار میں اتنے محو ہیں بلکہ ویسٹ کے لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ویک اینڈ کے لیے زندہ رہتے ہیں کہ پانچ دن جانوروں کی طرح کام کروا اور دو دن عیاشی کرو۔ باقی دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ اگر شوق ہے تو خبر دیکھ لی ورنہ خود مطالعہ کرنا یا ریسرچ کرنا وغیرہ ان کے پیش نظر ہے ہی نہیں۔ مغرب میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہاں کے لوگوں کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو بھی محدود کر دیا گیا ہے۔ نائن الیون سے پہلے میں امریکہ گیا تھا وہاں پر ٹرین میں سفر کے دوران ایک امریکی نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں سے ہو؟ تو میں نے کہا کہ پاکستان سے۔ تو اس نے پوچھا پاکستان کہاں پر ہے؟ یعنی ان کو پاکستان کا پتا ہی نہیں تھا۔ نائن الیون کے بعد تو ان کو پتا چل گیا ہوگا کہ پاکستان کہاں ہے۔ وہ اس حد تک لاعلم ہیں۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کہا کرتے تھے کہ انسان کو یہ سوچنا چاہیے کہ میں کیوں آیا ہوں؟ کس مقصد کے لیے آیا ہوں؟ کیا صحیح ہے کیا غلط ہے؟ لیکن مغربی معاشرہ کو دیکھیں تو وہ صرف ظواہر کی بنیاد پر کچھ کرتے ہیں اور اس کے بعد سارا کام میڈیا کر رہا ہے۔ دنیا ان کو ترقی یافتہ معاشرے کہتی ہے۔ اگرچہ ان کے اندر اخلاقی لحاظ

مرتب: محمد رفیق چودھری

سے بہت ساری خامیاں بھی ہوں گی۔ لیکن دنیوی لحاظ سے کچھ چیزیں ان کی اچھی ہیں جن کی بنیاد پر ترقی یافتہ شمار ہوتے ہیں۔ یہ ان کا خاصہ ہے کہ وہ میڈیا گائیڈڈ ہو گئے تاکہ عوام منتشر نہ رہیں۔ ہم ابھی ترقی پذیر ہیں اور ہماری اکثریت ان کو امام سمجھتی ہے۔ چنانچہ اب ہم نے بھی اسی کو سچ ماننا شروع کر دیا ہے جو میڈیا ہمیں بتاتا ہے اور میڈیا وہی کچھ بتاتا ہے جو کچھ مخصوص قوتیں بلوانا چاہتی ہیں جنہوں نے دنیا کو اپنے کنٹرول میں لیا ہوا ہے۔ میڈیا کا بنیادی فلسفہ یہ ہے جیسے گوئبلز کے وزیر نے کہا تھا کہ جھوٹ اتنا بولو، اتنا بولو کہ دوسرا سچ مان جائے۔ اُس کا بھی میڈیا پالیسی کے حوالے سے ایک نظریہ تھا۔ اس نے بھی اس کو استعمال کیا ہے۔ بہر حال سوچ کو محدود کرنے کے حوالے سے میڈیا ایک رول ادا کرتا ہے۔ یقیناً میڈیا کے فائدے بھی ہیں لیکن جس حد تک ہم اس کے اوپر انحصار کرنے لگے ہیں وہ ایک غلط طرزِ عمل ہے۔ مثال کے طور پر فیس بک پر ایک خبر آئی، کسی کو پسند آئی تو اس نے فوراً شیئر کر دی۔ یہ اکثر لوگوں کا معمول ہے۔ نہ اس کی تصدیق کی جاتی ہے اور نہ اس کو اس طرح پھیلانے میں کوئی برائی محسوس کی جاتی ہے۔ ہمیں ان چیزوں کو ان کے مقام تک رکھنا چاہیے۔ ہماری نئی نسل میں گوگل ایک مستند ترین حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس میں مستند چیزیں ضرور ہیں لیکن اس میں ایسی چیزیں بھی ہو سکتی ہیں جو حقیقت کے خلاف ہوں۔ اس طرح اکثر لوگوں کا وکی پیڈیا کے حوالے سے خیال ہے کہ تحقیق کے حوالے سے وہ اتھارٹی کی حیثیت رکھتا ہے۔ حالانکہ وہاں بھی اپنی مرضی کی باتیں ڈالی ہوتی ہیں۔ وکی پیڈیا پر تنظیم اسلامی کے حوالے سے بہت سی غلط باتیں ڈالی گئی تھیں جو کہ صریحاً جھوٹ اور الزام پر مبنی تھیں۔ ہم نے اس غلط انفارمیشن کو ٹھیک کرنے کی کوشش کی کیونکہ وہاں ترمیم کا آپشن بھی ہوتا ہے لیکن جیسے ہی ہم اس انفارمیشن کو ٹھیک کرتے ہیں تو آدھے گھنٹے کے بعد ہماری ترمیم کو غائب کر دیا جاتا ہے اور وہی غلط باتیں دوبارہ ڈال دی جاتیں۔ وکی پیڈیا پر تنظیم اسلامی کو ان تنظیموں کے ساتھ جوڑ دیا گیا جن سے تنظیم کا کبھی کوئی تعلق رہا ہی نہیں۔ یعنی میڈیا کو جو قوتیں کنٹرول کر رہی ہیں وہ اپنی مرضی کا پروپیگنڈا چلاتی ہیں۔ ٹی وی چینلز پر کون سی خبر دینی ہے اور کون سی نہیں دینی اس کے لیے بھی باقاعدہ ہدایات وہاں سے آتی ہیں۔ جب نائن الیون کے بعد افغانستان میں امریکی فوجی اترے تو معروف اینکر ڈاکٹر شاہد مسعود نے مجھے بتایا کہ اس وقت سارے چینلز کو یہ ہدایت آچکی ہے کہ کسی مرے ہوئے امریکی فوجی کی ویڈیو یا فوٹیج نہیں دکھانی۔ اسی طرح مغرب سے یہ حکم بھی آتا ہے کہ کس کو شہید کہنا ہے، کس کو ہلاک کہنا ہے اور کس کو جاں بحق کہنا ہے۔ یہ تین الگ الفاظ ہیں۔ یعنی اس حد تک

چیزیں طے ہوتی ہیں۔ ہیلری کلنٹن نے تسلیم کیا تھا کہ ہم نے اپنا بیانیہ پھیلانے کے لیے پاکستانی میڈیا کو باقاعدہ پیسے دیے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میڈیا اگر مثبت کردار ادا کرنا چاہے تو کرسکتا ہے لیکن وہ عالمی سطح پر منفی کردار ادا کر رہا ہے۔ ابھی حالیہ فلسطین اور اسرائیل کے تنازع کو مغربی میڈیا کسی اور انداز سے بتا رہا ہے، مسلمانوں کے میڈیا کی کوئی حیثیت ہی نہیں کیونکہ ہر کوئی مغربی میڈیا کو ہی خبر کا ذریعہ سمجھ رہا ہے۔ بہرحال جنہوں نے دنیا پر حکمرانی کرنی ہے ان کو پتا ہے کہ ہم نے گلوبل opinion بنانے کے لیے میڈیا کو کنٹرول کرنا ہے اور ایک خبر کو بار بار اتنی دفعہ لوگوں کے ذہن میں بٹھانا ہے کہ لوگ اس کو سچ سمجھنے لگیں۔ اسی لیے تو بریکنگ نیوز کو بار بار repeat کیا جاتا ہے تاکہ یہ لوگوں کے اذہان میں پختہ تر ہو جائے۔

سوال: سوشل میڈیا کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں کیا برے اثرات مرتب ہو رہے ہیں؟

آصف حمید: اس میں کوئی شک نہیں کہ سوشل میڈیا معلومات کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ مثبت منفی اور ناجائز ہر قسم کی معلومات وہاں موجود ہیں۔ لیکن اس کے فائدے سے نقصان زیادہ ہے۔ جیسے قرآن مجید میں کہا گیا کہ

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ﴾ (البقرہ:219)

''(اے نبیؐ!) یہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ ان کا کیا حکم ہے؟)۔ (اے نبیؐ! ان سے) کہہ دیجیے کہ ان دونوں کے اندر بہت بڑے گناہ کے پہلو ہیں۔ اور لوگوں کے لیے کچھ منفعتیں بھی ہیں۔ البتہ ان کا گناہ کا پہلو نفع کے پہلو سے بڑا ہے۔''

سوشل میڈیا کا ظاہری نقصان کیا ہے؟ کچھ سال پہلے عرب ممالک میں عرب اسپرنگ کے نام سے ایک پورا فنامنہ پروان چڑھایا گیا کہ عرب ممالک کے اندر عوام بیدار ہو رہی ہے۔ اس عرب اسپرنگ میں سوشل میڈیا کا کردار بنیادی اور کلیدی تھا۔ لیکن آج دس گیارہ سال کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ اس عرب اسپرنگ کا نتیجہ بدترین خزاں کے طور پر سامنے آیا ہے۔ وہ عرب ممالک تباہ ہو گئے اور اس کا فائدہ کس کو ہوا؟ جنہوں نے سوشل میڈیا کو بنایا ہے انہوں نے بڑا سوچ سمجھ کے بنایا ہے۔ اسی طرح بے حیائی کے حوالے سے ہمارے دین کا موقف یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ))

''جب تم حیا چھوڑ دو جو دل چاہے کرو!''

جب حیا نہ رہے تو پھر بندہ کچھ بھی کرسکتا ہے۔ اسی طرح دوسری جگہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((الحیاء من الایمان))

سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ سوشل میڈیا استعمال کرنے والا بندہ چاہتے نہ چاہتے بدنظری کا شکار ہوتا ہے۔ جب وہ بدنظری کا شکار ہوتا ہے تو اس سے ایمان کمزور ہوتا ہے۔ جب بندہ مستقل بدنظری کا شکار رہتا ہے تو ایمان بالکل کمزور لیول پر چلا جاتا ہے۔ اب دین کے

> میڈیا پر کس چیز کو دیکھنا ہے اور کس کو نہیں دیکھنا اس حوالے سے والدین اپنے بچوں میں اور علماء عوام میں شعور و آگاہی پیدا کریں۔

احکامات یہ ہیں کہ جب تم کسی برائی کو دیکھو تو اپنے ہاتھ سے روکو، اس کی استطاعت نہیں رکھتے تو زبان سے کہو، اس کی استطاعت نہیں رکھتے تو دل میں برا جانو اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا گیا کہ اس کے بعد تو ایمان رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں رہتا۔ اگر میں روزانہ سوشل میڈیا استعمال کرتا ہوں تو بے حیائی کی چیزیں میرے لیے نارمل ہو گئیں، گویا دل نے بھی اس کو برا کہنا چھوڑ دیا۔ اس کا مطلب ہوا کہ اس حدیث کے مصداق اب ایمان سے فارغ ہو گئے۔ جب ہم ایمان سے فارغ ہو گئے تو اب ہم شیطان اور ابلیسی طاقتوں کے لیے اوپن چراگاہ ہیں لہٰذا وہ جس طرح چاہتی ہیں ہمیں استعمال کرسکتی ہیں۔ اسی طرح سوشل میڈیا میں ڈس انفارمیشن بہت زیادہ ہے۔ کسی کی کردارکشی کرنی ہو تو اس کے لیے بھی سوشل میڈیا کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ سب سے بڑھ کر مغربی تہذیب اور مغربی نظریات کو پھیلانے میں سوشل میڈیا کا بڑا رول ہے۔ آج کل ملالہ یوسفزئی کا ایک بیان سامنے آیا ہے کہ نکاح کی کیا ضرورت ہے پارٹنرشپ کافی ہے۔ یہ بھی مغربی تہذیب کو پروموٹ کرنے والا بیان ہے۔ جب سوشل میڈیا کے استعمال سے حیا نہ رہی تو ایمان نہ رہا اور جب ایمان نہ رہا تو باہر سے شیطانی طاقتیں اسی طرح کے حملے کریں گی۔ وہ اپنے نظریات کو اسی طرح مسلط کریں گے۔ اسی طرح فرقہ وارانہ مناظرے ہو رہے ہیں جس سے اسلام کا منفی امیج دنیا کے سامنے آتا ہے۔ اس سے اتحاد بھی ختم ہو رہا ہے۔ اسی طرح جو شخص بھی سوشل میڈیا استعمال کر رہا ہے، اس کی ایک پوری فائل بھی تیار ہو رہی ہے کہ وہ کیا پسند کرتا ہے، کیا دیکھتا ہے، کیا نظریہ رکھتا ہے۔ یعنی اس کے ذریعے ہر شخص کی مانیٹرنگ بھی ہو رہی ہے۔ اسے دیکھا اور پرکھا جا رہا ہے پھر ایک وقت آئے گا کہ اس سے اسی طرح کا کام لیا جائے گا۔ اب سوشل میڈیا نے اپنی گرفت ٹائٹ کرنی شروع کی ہے۔ کچھ اصول وضوابط طے ہو رہے ہیں کہ یہودیوں کے خلاف کچھ مت بولنا، فلاں کی تعریف مت کرنا، فلاں پر تنقید مت کرنا ورنہ تمہارا پیج ڈاؤن ہو جائے گا، تمہاری ویڈیو ڈیلیٹ ہو جائے گی، تمہیں اس ویڈیو کے پیسے نہیں ملیں گے، تمہارا اکاؤنٹ ختم ہو جائے گا۔ اب آہستہ آہستہ وہ چاہ رہے ہیں کہ لوگ جنہوں نے سوشل میڈیا پر رہنا لازم سمجھ لیا ہے وہ اپنی رائے عامہ کو ہمارے مزاج کے مطابق شکل دینا شروع کریں۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ وقت آئے گا کہ لوگ صرف انہیں کی زبان بولیں گے۔ پھر یہ کہ سوشل میڈیا کے استعمال سے وقت کتنا ضائع ہو رہا ہے۔ جبکہ مومن بندے کے پاس ضائع کرنے کے لیے وقت بالکل بھی نہیں ہوتا۔ پھر یہ بھی دیکھئے کہ سوشل میڈیا نے ہماری چاردیواری کو کراس کر کے گھروں کے اندر تک رسائی حاصل کر لی ہے، خواتین بچیاں سوشل میڈیا پر براہ راست دنیا کے سامنے آتی جا رہی ہیں، یعنی کچھ بھی اب محفوظ نہیں رہا۔ اس سے معاشرہ کھوکھلا ہو رہا ہے۔

سوال: جنرل پرویز مشرف کے دور میں میڈیا آزاد تھا یا آج کا میڈیا آزاد ہے؟

ایوب بیگ مرزا: جنرل پرویز مشرف نے بہت غلط کام کیے، افغانستان میں جو کچھ اس نے کیا، امریکیوں کو اڈے دیے، مسلمانوں کو مروایا، اُمت مسلمہ خصوصاً پاکستان کے مفادات کو نقصان پہنچایا۔ اس حوالے سے جو بھی الزام اس پر لگایا جاتا ہے وہ درست ہے مگر یہ الزام غلط ہے کہ اس کے دور میں میڈیا پر بہت زیادہ پابندیاں تھیں۔ اس نے تو الیکٹرانک میڈیا کو آزادی دی۔ پرائیویٹ چینلز کھولے گئے، سوشل میڈیا کو ترقی ملی۔ یعنی اس کے دور میں میڈیا کو بہت زیادہ آزادی حاصل تھی۔ مشرف سے پہلے میڈیا پر

بدترین دور تھا۔حکومت کے مخالفین یا اپوزیشن کا نام نہیں لیا جاسکتا تھا۔مشرف نے آ کر نجی چینلز کھولے،لوگوں نے حکومت کے خلاف بھی باتیں کیں۔اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ مشرف نے کچھ پابندیاں لگائیں۔خاص طور پر جب اس نے دوسری دفعہ مارشل لاء یعنی ایمرجنسی لگائی تو اس نے کچھ پابندیاں لگائیں۔لیکن اس طرح کی پابندیاں مشرف کے آنے سے پہلے بھی بہت دفعہ لگ چکی تھیں۔ 1993ء میں نجم سیٹھی اور میر شکیل الرحمان کو حکومت کے خلاف بولنے پر سزائیں دی گئیں۔یہ سب کچھ مشرف کے آنے سے پہلے ہوا تھا۔بہرحال ہر حکومت نے اپنے دشمنوں کو دھکیلا ہے۔بالخصوص مشرف سے پہلے یہ کام زیادہ زوردار انداز میں ہوتا تھا۔

آصف حمید: اس حوالے سے ہمارا اپنا تجربہ بھی ہے۔بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بیانات پر مشرف سے پہلے سخت پابندی تھی۔حالانکہ اس دور میں نواز شریف کی حکومت تھی۔نواز شریف دو مرتبہ ڈاکٹر صاحب سے ملنے قرآن اکیڈمی تشریف لائے تھے اور وہاں انہیں کہا گیا کہ ڈاکٹر صاحب کے پروگرام ٹی وی پر بند ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم شروع کرائیں گے لیکن انہوں نے وہ پابندی ختم نہیں کی۔مشرف کے دور میں وہ پابندی ختم ہوئی۔بہرحال مشرف کے دور میں میڈیا بہت آزاد ہو گیا تھا کیونکہ اس وقت امریکہ یہ چاہتا تھا کہ اس کے بیانیے کی تشہیر و اظہار کے لیے بہت سارے لوگ ہوں۔

ایوب بیگ مرزا: مشرف ہی کے دور میں مفتی عدنان کاکاخیل نے بھری محفل میں مشرف کے سامنے اس پر خوب تنقید کی تھی اور وہ تقریر میڈیا پر خوب نشر بھی ہوئی تھی۔آج بھی کون سی ایسی گالی ہے جو عمران خان کو الیکٹرانک میڈیا پر نہیں دی جاسکتی،اس کو ہر طرح سے برا بھلا کہا جاسکتا ہے،کوئی کسی کا منہ پکڑ نہیں سکتا۔البتہ جب ریاستی اداروں پر بات آتی ہے تو ہمارے ریاستی ادارے بھی قانون کے دائرے میں رہتے نہیں ہیں، وہ بھی اپنے کھیل کھیلتے رہتے ہیں،وہ بھی غیر قانونی میدان میں داخل ہوتے رہتے ہیں۔لہٰذا بات جب ریاستی اداروں پر آتی ہے تو وہاں سے پھر ردعمل آتا ہے۔میرے خیال میں اس وقت میڈیا پر پابندی کا معاملہ حکومت کی طرف سے نہیں ہے۔آپ الیکٹرانک میڈیا پر حکومت کے خلاف جو چاہیں کہیں ہر چینل اس کو بیان کرے گا۔البتہ یہ پابندی نظر آتی ہے کہ ریاستی اداروں کے خلاف کچھ نہیں کہا جاتا یا کچھ نہیں کہنے دیا جاتا۔اس میں بھی آزادی ہونی چاہیے ریاستی اداروں کو بھی مقدس گائے نہیں بنانا چاہیے لیکن اس کی کوئی حدود ہونی چاہئیں اور یہ حدود میں نے انڈیا کے چینلز پر دیکھی ہیں۔لیکن ہمارے ہاں آزادی کا یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ جو منہ میں آئے کہہ دو۔اس کا ملک کی سکیورٹی پہ برا اثر پڑتا ہے، لہٰذا ایسا بیان نہیں دینا چاہیے جس سے ملک کی سکیورٹی متنازعہ بن جائے۔اس کو آزادی نہیں کہتے۔میں نہیں سمجھتا کہ اس وقت میڈیا کی آزادی کا کوئی مسئلہ ہے۔

آصف حمید: ففتھ جنریشن وار فیئر کی اصطلاح ہم کافی عرصے سے سنتے آرہے ہیں۔اس میں میڈیا کا بڑا رول ہے۔آپ کے علم میں ہوگا کہ ابھی کچھ عرصہ پہلے بھی انڈین کرونیکلز کے نام سے بہت زیادہ انڈیا کے فیک نیوز نیٹ ورک پکڑے گئے تھے۔اسی طرح پاکستان کے اندر بھی میر جعفر اور میر صادق بہت سارے ہیں اور ہر ادارے میں ہیں۔اسی طرح عوام کے پاس سوشل میڈیا کا ٹول آ گیا ہوا ہے کہ جو مرضی کہہ دو۔جب ملک کے نظری اور فکری استحکام کی بات آتی ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں عبد کا لفظ استعمال کیا ہے۔یعنی بندہ،غلام،کنٹرولڈ۔ اب جب بھی اسلام کے خلاف کوئی بات ہوتی ہے یا اسلام کو بدنام کرنے کا معاملہ ہوتا ہے تو کچھ چینلز اس میں آگے ہوتے ہیں۔اسی طرح ریاست پاکستان کے خلاف کچھ لوگ سرگرم ہیں جن کی فنڈنگ باہر کے ممالک سے ہوتی ہے۔میری رائے میں سوشل میڈیا پر مکمل پابندی ہونی چاہیے جیسے چین میں ہے۔چین نے ترقی کیوں کی؟ انہوں نے فیس بک، یوٹیوب کو وہاں گھسنے نہیں دیا بلکہ اپنا سیٹ اپ بنایا ہے تاکہ ہماری قوم یکسو رہے اور وہ اپنا کام کرے۔قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ﴾ (التوبۃ:77) ”تو اللہ نے سزا کے طور پر ڈال دیا ان کے دلوں میں نفاق“

آج یہ سوشل میڈیا کے ذریعے ہو رہا ہے۔مغرب کہتا ہے کہ ہم آپ کے رسول کے خلاف جو مرضی کہتے رہیں تم کچھ نہیں کر سکتے۔آپ سوشل میڈیا پر کیا پابندی لگائیں گے۔ ہمیں اس بات کو سمجھنا چاہیے کہ ہمارا دین میڈیا کو شتر بے مہار چھوڑ دینے کی اجازت نہیں دیتا۔اس میں کچھ حدود و قیود ہونی چاہئیں۔

سوال: میڈیا انڈسٹری کو ریاستی کنٹرول میں لانے کے لیے ایک میڈیا ڈویلپمنٹ اتھارٹی آرڈیننس لایا جارہا ہے۔اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

آصف حمید: ویسے کہنے کو پیمرا ابھی ہے یعنی پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی۔لیکن نہ اس نے بے حیائی پر کوئی پابندی لگائی اور نہ اس نے پاکستان مخالف سرگرمیوں پر کوئی پابندی لگائی ہے، وہ قادیانی نواز ہے۔یعنی اس اتھارٹی نے کیا کرلیا ہے۔اس کو چاہیے تھا کہ نظریۂ پاکستان یا نظریۂ اسلام کے خلاف کوئی ایک پروگرام بھی آن ایئر نہ ہونے دیتا بلکہ وہ نظریۂ پاکستان کا محافظ بن کر کھڑا ہوتا۔اب جو نیا آرڈیننس بنایا جارہا ہے میں تو کہوں گا کہ ایسے ادارے بننے چاہئیں جو طاقتور ہوں اور ریاست پاکستان یا اسلام کے حوالے سے کسی کو لب کشائی کا موقع ہی نہ ملے۔جائز طریقے سے کوئی نہ کوئی ریگولیشن ہونی چاہیے۔

ایوب بیگ مرزا: اگر ایسا کوئی آرڈیننس آرہا ہے تو اس میں حکومت پر تنقید کرنے کی مکمل آزادی ہونی چاہیے۔وزیراعظم ،وزراء اور تمام اتھارٹیز پر تنقید کی جائے لیکن ریاست کے معاملے میں ذرا تمیز اختیار کی جائے اور دین کو ترجیح اول دی جائے۔دین یا دینی شعائر کے خلاف کوئی بات ہو تو اس پر فوراً ایکشن لینا چاہیے۔ جو لوگ پاکستان کی نظریاتی اساس کے بارے میں بولتے رہتے ہیں ان کا منہ بند کیا جانا چاہیے اور جو صحافی پاکستان کے دشمنوں کا کھلے عام امیج بہتر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ان کے منہ کو بند کرنا چاہیے۔اس وقت جو صورت حال ہے اسے کنٹرول کیا جانا چاہیے، یہ جو میڈیا بے لگام اور غلط راستے پر چل پڑا ہے ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

سوال: سوشل اور الیکٹرانک میڈیا کے برے اثرات سے بچاؤ کے لیے ہمارے والدین،اساتذہ اور حکومت کیا مثبت رول ادا کر سکتے ہیں؟

آصف حمید: اس میں بہت ساری جہتیں ہیں۔سب سے اوپر تو یہ ہے کہ ریگولیٹری اتھارٹی ہونی چاہیے جو اسلام اور ریاست کے خلاف کسی چیز کو نہ آنے دے۔یہ بہت وسیع کینوس ہے۔اس کے بعد نیچے کی سطح پر عوام ہیں جو اس کو استعمال کر رہے ہیں تو یہ ان کا انفرادی معاملہ ہے۔انفرادی معاملے میں بالخصوص تنہائی (باقی صفحہ 7 پر)

(گزشتہ سے پیوستہ)

اسلام کا سماجی اور معاشرتی نظام (iii)

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ

معاشرتی نظام کی اساسِ اوّل: مساواتِ انسانی

معاشرتی نظام کی اہمیت کو بیان کرنے کے بعد اب ہم معاشرتی نظام کی اساسِ اوّل کی طرف بڑھتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ اسی حوالے سے انسان پر ظلم ہوا ہے اور آج تک ہو رہا ہے۔ اس کی اساسِ اوّل ہے: سماجی سطح پر کامل انسانی مساوات کہ تمام انسان پیدائشی طور پر مساوی ہیں' کوئی اونچا نہیں کوئی نیچا نہیں' کوئی اعلیٰ نہیں کوئی ادنیٰ نہیں' کوئی افضل نہیں کوئی مفضول نہیں' انسانیت میں سب برابر کے شریک ہیں۔ میں یہ لفظ نوٹ کرا رہا ہوں پیدائشی طور پر' یعنی شکل و صورت' رنگ و نسل اور زبان کے اعتبار سے سب انسان برابری کی سطح پر ہیں۔ پیدائشی طور پر ایک اور اہم چیز ہے ''جنس'' یعنی مرد اور عورت ہونے کے اعتبار سے بھی شرفِ انسانیت میں کوئی تفاوت نہیں ہے۔ پیدائشی چیزوں میں سب برابری کی سطح پر ہیں۔ پھر یہ کہ اکتسابی چیزوں میں بھی پیشے وغیرہ کی حد تک کوئی ادنیٰ نہیں کوئی اعلیٰ نہیں۔ ان تمام پہلوؤں سے شرفِ انسانیت میں کامل مساوات ہے۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ عدم مساوات انسانی دنیا میں قدیم ترین ظلم ہے جو انسانوں پر ہوا ہے۔ ہندوستانی تہذیب میں پیدائشی طور پر انسانوں کی تقسیم کی گئی ہے کہ یہ برہمن ہے' اس کے حقوق زیادہ ہیں اور یہ شودر ہے جسے معاشرے میں جانوروں سے بدتر قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح رنگت کی بنیاد پر بھی معاشرتی تفریق موجود ہے' مثلاً امریکہ میں آج بھی رنگت کے اعتبار سے انسانوں کو حقوق دیے جاتے ہیں۔ وہاں تعلیم اور قانون وغیرہ کے ذریعے بڑی جدوجہد کی گئی ہے کہ رنگ کی بنیاد پر جو تفریق (discrimination) ہے یہ ختم ہو جائے' لیکن یہ تصور ان کے احساسات میں اس طرح رچا بسا ہوا ہے کہ ان کے دلوں سے نکلتا نہیں۔ ایک حجاب ہے جو ان کے دل و دماغ پر طاری ہے کہ من دیگرم تو دیگری' یہ اور ہے وہ اور ہے' یہ اعلیٰ ہے یہ ادنیٰ ہے' یہ اونچا ہے یہ نیچا ہے۔

اس سلسلہ میں قرآن مجید کا انقلابی پیغام سورۃ الحجرات کی آیت 13 میں دیا گیا ہے' جو میں نے خطاب کے شروع میں تلاوت کی تھی:

''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری ذاتیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے بڑھ کر متقی ہے یقیناً اللہ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت کا دارومدار تقویٰ پر اور سیرت و کردار پر ہے۔ یعنی ایمان کا جو نتیجہ انسان کی انفرادی سیرت' شخصیت' اخلاق اور کردار میں نکلا ہے اس کی بنا پر انسانوں کی درجہ بندی ہے' ورنہ تو سب بنی نوع انسان ایک انسانی جوڑے حضرت آدم و حواؑ کی اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو قوموں میں تقسیم کر دیا' رنگتیں جدا کر دیں' ناک نقشے بدل دیے' اکتاہٹ کا شکار کرنے والی یکسانیت (monotony) نہیں رکھی۔ اس لیے یہاں رنگا رنگی ہے' جو اللہ کی خلاقی اور قوتِ تخلیق کا ایک مظہر ہے' لیکن ان میں سے کوئی شے کسی شرف' عزت اور کسی اعلیٰ و ادنیٰ کی تقسیم کی بنیاد نہیں بن سکتی۔ اگر کسی معاشرے یا تہذیب میں ایسی کوئی تقسیم یا معاشرتی تفریق ہے تو یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

احادیث نبویہ میں بھی کامل انسانی مساوات کے انقلابی پیغام کا ذکر بکثرت ملتا ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

''لوگو! آگاہ ہو جاؤ' یقیناً تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ خبردار! نہ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر' اور نہ کسی سرخ و سفید رنگت والے کو کسی سیاہ فام پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی سیاہ فام کو کسی سرخ و سفید رنگت والے پر' مگر تقویٰ کے لحاظ سے۔''

اس حدیث کے حوالے سے میں کبھی حیران ہوا کرتا تھا کہ کیا دنیا میں سیاہ رنگت بھی کبھی فضیلت کا باعث سمجھی گئی ہوگی؟ تو میرا یہ اشکال امریکہ جا کر حل ہوا۔ وہاں افرو امریکنز کے اندر یہ خیال بڑا راسخ اور پختہ ہے کہ ہم افضل ہیں اور مکمل وجود ہمارا ہے جبکہ یہ گورے گھٹیا اور نامکمل ہیں۔ چنانچہ مجھ پر حدیث نبویؐ کی عظمت مزید منکشف ہوئی کہ حضور ﷺ نے وہ بات بھی فرمائی تھی کہ کسی کالے کو بھی کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ حدیث کے آخر میں فرمایا: ((اِلَّا بِالتَّقْوٰی)) یعنی فضیلت کی بنیاد صرف تقویٰ ہے' اسی بنیاد پر کوئی اعلیٰ و افضل ہو سکتا ہے۔ متذکرہ بالا آیت مبارکہ کے آخر میں بھی تقویٰ کا ذکر ہے: ﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط﴾ یہاں یہ بات نوٹ کر لیجیے کہ تقویٰ ایک مخفی حقیقت ہے' جیسے حضور ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے دستِ مبارک سے اپنے قلب مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ((اَلتَّقْوٰی ھٰھُنَا اَلتَّقْوٰی ھٰھُنَا)) ''تقویٰ تو یہاں ہے''۔ یہ تقویٰ جس میں زیادہ ہے وہی اللہ کے ہاں زیادہ فضیلت والا ہے۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر ؓ کی فضیلت میں فرمایا کہ لوگو ابوبکر کو جو تم پر فضیلت ہے وہ اس کی نمازوں' روزوں اور عبادت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس شے کی بنیاد پر ہے جو اس کے یہاں ہے اور دل کی طرف اشارہ فرمایا۔ یعنی ایمان' اخلاص' تقویٰ اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا والہانہ انداز اصل فضیلت والی شے ہے۔

اسلامی مساوات پر ایچ جی ویلز کا حضور ﷺ کو خراجِ تحسین

ایچ جی ویلز (1866-1946ء) نے اپنی کتاب ''A Concise History of the World'' میں ''Muhammad and Islam'' کے عنوان سے پورا ایک باب شامل کیا ہے۔ اس میں اُس نے حضور ﷺ کی ازدواجی زندگی اور تعددِ ازدواج پر رکیک حملے بھی کیے ہیں۔ اس حوالے سے میں عرض کیا کرتا ہوں کہ مغربی ذہن' خاص طور پر عیسائی ذہن حضور ﷺ کی ازدواجی زندگی اور تعددِ ازدواج کو قبول کر ہی نہیں سکتا' یہ کڑوی گولی ان کے حلق سے اترتی نہیں' اس لیے کہ ان کے آئیڈیل حضرت مسیح اور حضرت یحییٰ علیہما السلام ہیں اور انہوں نے ایک بھی شادی نہیں کی تھی۔ چنانچہ ان عیسائیوں کا تصور تو یہ ہے کہ شادی کرنا ہی گھٹیا کام ہے' اس لیے کہ

اصل روحانی زندگی اور اللہ والوں کی زندگی تو ان کی ہوگی جو تجرد کی زندگی گزاریں اور گھر گرہستی کا کھکھیڑ ہی مول نہ لیں۔ ایک شادی ہی ان کے حلق سے بمشکل اُترتی ہے تو متعدد شادیاں کیسے اُتر سکتی ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ ان عیسائیوں کے دلوں میں حضور ﷺ کے لیے شدید بغض ہے۔

یہی متشدد مصنف ایچ جی ویلز اس باب میں جب ''The Teachings of Islam'' پر پہنچتا ہے اور خطبہ حجۃ الوداع کا ذکر کرتا ہے تو حضور ﷺ کی عظمت کے سامنے گھٹنے ٹیک کر خراجِ تحسین ادا کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ سچ ہے کہ ''اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ'' یعنی اصل فضیلت تو وہ ہے جس کا اعتراف دشمن کرے۔ ایچ جی ویلز خطبہ حجۃ الوداع کے اقتباسات نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے:

"Although the sermons of human freedom, fraternity and equality were said before. We find a lot of these sermons in Jesus of Nazareth, but it must be admitted that it was Muhammad who for the first time in history established a society based on these principles."

''اگرچہ انسانی حریت، اخوت اور مساوات کے وعظ تو دنیا میں پہلے بھی بہت کہے گئے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان چیزوں کے بارے میں مسیح ناصری کے ہاں بھی بہت سے مواعظ حسنہ ملتے ہیں، لیکن یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ یہ صرف محمد عربی (ﷺ) تھے جنہوں نے تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ بالفعل ایک باضابطہ معاشرہ انہی اصولوں پر قائم کر کے دکھایا۔''

اس حوالے سے میں تھوڑی سی وضاحت مزید کر دوں کہ اس کتاب کے جو نئے ایڈیشن شائع ہوئے ہیں ان میں حضور ﷺ کی مدح میں ایچ جی ویلز کی طرف سے لکھے گئے مندرجہ بالا جملوں کو نئے مرتبین اور ایڈیٹرز نے حذف کر دیا ہے۔ یہ جملے ان کے حلق سے نیچے نہیں اُتر پائے۔ لیکن آپ کو کسی پرانی لائبریری سے اس کتاب کا پرانا ایڈیشن (مطبوعہ 1920ء) مل سکتا ہے جس میں یہ الفاظ بعینہٖ موجود ہیں۔ میں نے کراچی یونیورسٹی کی لائبریری سے اس کتاب کا پرانا ایڈیشن حاصل کیا تھا، جس میں جوں کے توں یہ الفاظ موجود ہیں اور مجھے امید ہے کہ اب بھی کراچی یونیورسٹی میں یہ ایڈیشن موجود ہوگا۔

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(27 مئی تا یکم جون 2021ء)

جمعرات (27 مئی 2021) کو مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (28 مئی 2021ء) کو جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔

ہفتہ (29 مئی 2021ء) کو معمول کی مصروفیات رہیں۔ رات 10:30 بجے اہلیہ کے ہمراہ اسلام آباد پہنچے۔ نائب ناظم اعلیٰ، شمالی زون راجہ اصغر کے ہاں قیام فرمایا۔

اتوار (30 مئی 2021ء) کو صبح 05:30 حلقہ آزاد کشمیر کے سالانہ دورہ کے حوالہ سے دھیر کوٹ کے لیے بذریعہ کار روانگی ہوئی۔ 09:45 بجے دھیر کوٹ پہنچے۔ 10:00 بجے حلقہ کے رفقاء سے ملاقات ہوئی۔ رفقاء کی کل تعداد 38 تھی۔ معتمد حلقہ نے حلقہ کے معاونین، مقامی امراء اور رفقاء کا تعارف کرایا۔ ناظم حلقہ علالت کی وجہ سے شرکت نہ کر سکے۔ سوال و جواب کا پروگرام ہوا۔ اس دوران امیر محترم نے بھرپور انداز میں تذکیری گفتگو بھی فرمائی۔ 12:30 بجے حلقہ کی شوریٰ سے ملاقات کی، تعارف حاصل کیا اور تنظیمی امور کے حوالہ سے یاددہانی کرائی۔ بعد نماز ظہر مسجد میں رفقاء و احباب سے خطاب کیا۔ جن کی کل تعداد 60 کے قریب تھی۔ کھانے وغیرہ سے فراغت کے بعد مظفر آباد کے لیے روانگی ہوئی۔ شام 05:00 بجے مظفر آباد پہنچے۔ بعد نماز مغرب ایک پرائیویٹ اسکول میں سورۃ التوبہ کی آیات 111 و 112 کی روشنی میں ایک گھنٹہ بھرپور خطاب فرمایا۔ شرکاء میں نوجوانوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اس موقع پر ناظم حلقہ بھی ہمراہ تھے۔ رات 10:30 بجے ناظم حلقہ کے گھر پہنچے۔

پیر (31 مئی 2021ء) کی صبح 09:00 بجے حلقہ کے معاونین کی موجودگی میں ان کے تین احباب سے ملاقات ہوئی۔ 11:00 بجے تا 01:00 بجے مظفر آباد بار کے تقریباً 42 وکلاء سے ''نظام عدل کا قیام اور ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر مظفر آباد بار کونسل میں خطاب فرمایا اور سوالات کے جوابات دیے۔ بعد ازاں اسلام آباد کے لیے روانگی ہوئی۔ شام چھ بجے ڈاکٹر ضمیر اختر خان کے گھر پہنچے۔ کھانے وغیرہ سے فراغت کے بعد اہلیہ کے ہمراہ لاہور کے لیے روانگی ہوئی۔

منگل (یکم جون 2021ء) کو صبح 09:00 سے 10:00 بجے تحریک خلافت کی مرکزی عاملہ اور خلافت کمیٹی کے یکے بعد دیگرے اجلاسوں کی صدارت کی۔ 10:15 بجے سے 01:00 بجے تک مرکزی عاملہ کے خصوصی اجلاس میں شرکت کی۔ ایک حبیب عامر نور نے اپنے بیٹے کے ہمراہ مرکز میں امیر محترم سے بیعت مسنونہ کے بعد تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ نائب امیر سے آن لائن رابطہ رہا۔

ضرورت رشتہ

☆ رفیقہ تنظیم کو اپنی بیٹی، عمر 19 سال، تعلیم بی ایس کیمسٹری (دوسرا سمسٹر جاری ہے) کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0334-8022669

☆ لاہور میں رہائش پذیر راجپوت خاندان کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم ایم اے انگلش لٹریچر، قد 5 فٹ 4 انچ کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0323-4779656

☆ لاہور میں مقیم خان فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 21 سال، تعلیم بی ایس انفارمیشن ٹیکنالوجی (آخری سمسٹر) قد 5 فٹ 5 انچ کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0323-4779656

حضرت اُم ابان رضی اللہ عنہا

فرید اللہ مروت

یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ اسلام نے مرد اور عورت کے لئے الگ الگ میدان کار تجویز کئے ہیں۔ عورت کا اصل میدانِ کار اس کا گھر ہے۔ گھر کی حدود میں رہتے ہوئے عورت کو وہ عظیم کام انجام دینا ہوتے ہیں جن کو وہی انجام دے سکتی ہے۔ جانبازوں کو جنم دینا اور انقلابی سرفروشوں کو تیار کرنا صرف اسی کا کام ہے اور یہی وہ عظیم کام ہے جس سے قوموں کی تاریخ روشن ہوتی ہے۔ ضرورت پڑنے پر عورت نے میدانِ کارزار میں بھی سرفروشی اور جانبازی کے ایسے ایسے کارنامے انجام دیے ہیں جن پر اُمت کو بجا طور پر فخر ہے اور جن سے اسلام کی تاریخ روشن ہے۔

مطلع اسلام کے روشن ستاروں میں سے ایک نام حضرت اُم ابان رضی اللہ عنہا کا ہے۔ ام ابان رضی اللہ عنہا مکہ کی قریشی صحابیہ خاتون تھیں۔ ان کے ماں شریک بھائی مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی طرح باپ شریک بھائی صحابی ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپؓ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں۔

نسب

آپؓ قریش کے مشہور سردار عتبہ ابن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف قریشیہ کی شیر دل اور حسین وجمیل صاحبزادی تھیں۔ آپ کی والدہ خناس بنت مالک بن مغرب بن عمرو بن حجیر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوئی قریشیہ ہیں۔

فضائل ومناقب

آپؓ فنونِ حرب سے خوب واقف تھیں۔ تیراندازی میں یہ کمال حاصل تھا کہ اُڑتے ہوئے پرندوں کو نشانہ بنالیا کرتی تھیں۔ ایسی عبادت گزار تھیں کہ کسی وقت کی نماز قضا نہیں ہونے دیتی تھیں۔ خلافت صدیقی میں حضرت اُم ابان رضی اللہ عنہا بھی مجاہدین اسلام کے ساتھ ان کی خدمت کرنے کے ارادے سے شام کے محاذ پر پہنچیں۔ مسلمان افواج کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے اور جب وہ اجنادین کے مقام پر خیمہ انداز تھے، حضرت اُم ابان رضی اللہ عنہا بھی اجنادین پہنچیں۔

شادی

اجنادین میں ہی ان کی شادی حضرت ابوابان ابن سعید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوئی۔ مہندی کا رنگ ان کے ہاتھوں میں تھا۔ عطر کی خوشبو ان کے کپڑوں میں بسی ہوئی تھی کہ جنگ کا اعلان ہوا۔

جنگوں میں شرکت

شادی کے بعد چند ہی دن ہوئے تھے کہ جنگ چھڑ گئی۔ عیسائی لشکر کا سپہ سالار دُردان تھا جو نہایت بہادر اور باتدبیر سردار تھا۔ اس نے دیکھا کہ مسلمانوں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے اور ایک دن صبح سویرے ہی اپنے لشکر کو میدان جنگ میں لاکر صف بستہ کردیا۔ اس کی کمان میں نوے ہزار سوار تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یزید ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو خواتین کی حفاظت پر مامور کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ خود خواتین کے پاس آئے اور کہا "اے دخترانِ عرب! تمہاری شجاعت، ہمت اور استقلال مشہور ہے۔ مجھے تمہاری دلیری پر اعتماد ہے۔ اگر رومی تم تک پہنچ جائیں تو ان سے جی کھول کر لڑو۔ اگر مسلمان پیچھے ہٹیں تو انہیں غیرت دلا کر میدانِ جنگ کی طرف لوٹا دو۔ اُم ابان رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ کاش! آپ ہمیں آگے بڑھ کر جنگ میں شریک ہونے کی اجازت دیتے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یہ کون خاتون ہے؟ عفیرہ بنت غفار رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ یہ اُم ابانؓ بنت عتبہ ہیں، جن کی شادی ابھی ابھی ابوبان ابن سعید رضی اللہ عنہ سے ہوئی ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ انہیں جزائے خیر دے۔ اس کے بعد جنگ شروع ہوگئی۔ اس پوری جنگ میں پچاس ہزار عیسائی مارے گئے۔ بالآخر دُردان قتل ہوا اور مسلمانوں کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔

اجنادین کو فتح کرنے کے بعد مسلمانوں نے دمشق کا محاصرہ کیا۔ دمشق کے سات دروازے تھے۔ باب جابیہ، باب صغیر، باب توما، باب الغرادیس، باب کیسان، باب مرقی اور باب شرقی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بابِ جابیہ پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو، باب توما پر شرجیلؓ بن حسنہ کو، باب الغرادیس پر عمرو بن العاصؓ کو، باب کیسان پر قیس ابن ہبیرہ کو متعین فرمایا اور باب شرقی پر خود اُترے۔ باب مرقش چونکہ بند رہتا تھا، اس لئے اس دروازے پر کسی کو تعینات نہیں کیا گیا۔ اگلے دن مسلمانوں نے ہر دروازہ کی طرف سے یورش شروع کی۔ عیسائیوں نے قلعہ کے اوپر سے تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کردی۔

شوہر کی شہادت

دمشق کے حاکم ہرقل اعظم کا داماد توما تھا جو باب توما پر خود موجود تھا اور عیسائیوں کے حوصلے بڑھا رہا تھا۔ اس دروازے پر حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ تعینات تھے اور ابوابان ابن سعیدؓ یعنی حضرت اُم ابان رضی اللہ عنہا کے شوہر بھی ان کے ساتھ ہی تھے۔ جنگ پورے شباب پر تھی کہ یکا یک ایک تیر ابوابان رضی اللہ عنہ کو آکر لگا۔ انہوں نے ہمت کر کے خود ہی تیر کو کھینچ کر نکال لیا اور زخم کو اپنے عمامے سے باندھ دیا۔ لوگ انہیں اٹھا کر میدان جنگ سے ایک خیمہ میں لے آئے۔ لوگوں نے ان کی مرہم پٹی کرنی چاہی۔ حضرت ابوابان رضی اللہ عنہ نے منع کیا اور کہا اللہ کی قسم مجھے جس شہادت کی تمنا تھی وہ مجھے اللہ نے دے دی۔ حضرت ابوابان رضی اللہ عنہ نے آسمان کی طرف انگشت شہادت کا اشارہ کرتے ہوئے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ زبان سے کہا اور ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

شوہر کی شہادت پر صبر

حضرت اُم ابان رضی اللہ عنہا کو شوہر کی شہادت کی اطلاع ملی تو فرطِ غم سے انہیں سکتہ سا ہوگیا۔ انہوں نے نہ کوئی بے صبری ظاہر کی نہ لاش سے لپٹ کر نوحہ کیا۔ انہوں نے لاش سے مخاطب ہو کر کہا: "اے میرے سرتاج! اللہ نے تمہیں وہ درجہ عطا کردیا جس کی تمہیں تمنا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اور تمہیں یکجا کیا تھا۔ مگر موت نے پھر ہم دونوں کو جدا کردیا۔ میں نے آپؓ سے عمر بھر نباہ کیا تھا۔ میں اب بھی اس عہد پر قائم ہوں اور ان شاء اللہ مرتے دم تک قائم رہوں گی۔ میں جہاد کروں گی اور دشمنانِ اسلام سے اس وقت تک

لڑوں گی جب تک میری آرزو پوری نہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ مجھے بھی شہادت عطا نہ کر دے۔ ان شاء اللہ میں بہت جلد تم سے فردوس میں آ کر ملوں گی"۔

حضرت اُم ابان ؓ شوہر کی لاش سے ہٹ گئیں۔ حضرت خالد ؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور انہیں دفن کر دیا۔ جب مسلمان ابو ابان ؓ کو دفن کر کے چلے گئے تو حضرت اُم ابان ؓ نے ان کی قبر پر فاتحہ پڑھی اور پھر کہا۔

"اے ابو ابان! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ شہید مرتے نہیں' زندہ رہتے ہیں۔ لہٰذا سنو میں نے تمہارے قاتل سے بدلہ لینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ میں میدانِ جنگ میں جا رہی ہوں۔ دعا کرو کہ جلد تم سے آ کر ملوں"۔

میدان جنگ میں شرکت

یہاں سے فارغ ہو کر واپس اپنے خیمہ میں آئیں، زرہ بکتر پہنا اوپر سے چادر ڈال لی، سر پر عمامہ باندھا اور ڈھاٹا باندھ کر اپنا چہرہ اس طرح ڈھک لیا کہ سوائے آنکھ، ناک اور پیشانی کے اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ تلوار حمائل کی، خنجر پیٹی میں لگایا، ترکش کمر سے لٹکایا۔ اس پر ڈھال ڈالی، کمان ہاتھ میں لی اور گھوڑے پر سوار ہو کر اسی توما کے دروازے پر پہنچیں جہاں حضرت ابو ابان ابن سعید ؓ شہید ہوئے تھے۔ اگرچہ انہوں نے ہیئت بدل لی تھی۔ مگر بہت سے مسلمانوں نے انہیں پہچان لیا۔ جنگ پوری شدت سے جاری تھی۔ اور مسلمانوں پر تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ تھی۔ اگرچہ مسلمان برابر زخمی ہو رہے تھے مگر ان کے قدم برابر آگے ہی کو بڑھ رہے تھے۔ اُم ابان ؓ بھی ان میں شامل ہو چکی تھیں۔

توما ایک برج میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ عیسائیوں کو تیر افگنی اور سنگ باری کی ہدایات دیے جا رہا تھا۔ ایک بوڑھا پادری بیش قیمت جبہ پہنے ایک ریشمی ڈوری کمر سے باندھے' ایک سیاہ رنگ کی جواہر نگار مقدس صلیب ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔ یہ مقدس صلیب ان کے عقیدے کے مطابق نہایت ہی مقدس اور فتح کی ضامن سمجھی جاتی تھی جب پادری نے مسلمانوں کو برابر بڑھتے ہوئے دیکھا تو وہ بلند آواز میں چلایا: ''اے خدا' اے خدا کے بیٹے! صلیب اور حاملانِ صلیب کو فتح دے' اے اللہ عربوں پر پرستاران صلیب کو غلبہ دے اور صلیب کا مرتبہ بلند کر۔''

حضرت شرجیل ؓ خود اُس وقت پادری کی طرف دیکھ رہے تھے ان کا بیان ہے کہ اُم ابان ؓ نے ترکش سے تیر نکالا اور پوری قوت سے چلہ کھینچا اور تیر چھوڑ دیا۔ وہ سنسناتا ہوا بوڑھے پادری کے اس ہاتھ میں لگا جس سے وہ مقدس صلیب کو اٹھائے ہوئے تھا۔ صلیب اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر قلعہ کے نیچے گر پڑی۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے اس کے جواہرات چمکتے ہوئے دیکھے۔ جوں ہی مسلمانوں نے صلیب کو فصیل کے نیچے پڑا ہوا دیکھا تو اسے اٹھانے کے لیے ہر مسلمان سر اور سینہ کو ڈھال سے چھپا کر تیزی سے بڑھا۔ عیسائیوں نے شور و غوغا کر کے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ اور تیروں اور پتھروں کی اس شدت سے بارش شروع کر دی کہ مسلمانوں کا بڑھنا مشکل ہو گیا۔ لیکن مسلمان نہایت استقلال و پامردی کے ساتھ جھرمٹ کیے صلیب کی طرف بڑھتے جا رہے تھے۔ توما نے جب دیکھا کہ مقدس صلیب نیچے گر گئی ہے اور مسلمان اسے اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں تو وہ بے چین اور برہم ہوا۔ اس نے کہا ہلاک اور خوار ہوں مسلمان جنہوں نے مقدس صلیب کو گرا دیا۔ ہم ان بدبختوں کی وجہ سے بڑی بدبختی اور خواری کو پہنچے۔ میں شہنشاہِ ہرقل اعظم کو کس طرح منہ دکھاؤں گا کہ ہم نے اس مقدس اور سیاہ صلیب کو کھو دیا۔ اسے اس کا سخت رنج اور قلق ہو گا۔ اے حامیانِ صلیب! جلدی سے فصیل سے اُترو اور قلعہ سے باہر نکلو۔ دیکھو کوئی مسلمان صلیب تک نہ پہنچنے پائے۔ یہ کہتے ہی توما اُٹھا، جھپٹ کر فصیل سے اُترا۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور ٹڈی دَل عیسائیوں کے ساتھ قلعہ کا دروازہ کھول کر سامنے آ گیا۔

چونکہ عیسائی اس صلیب کو انتہائی متبرک اور مقدس سمجھتے تھے۔ دِمشق کا ہر عیسائی مسلح ہو کر اس کی حفاظت اور بازیابی کے لیے میدان میں آ گیا۔ اتنی دیر میں مسلمان صلیب تک پہنچ چکے تھے۔ ایک مجاہد نے دوڑ کر صلیب اٹھا لی۔ عین اسی لمحہ قلعہ کا دروازہ کھلا اور توما بے شمار عیسائیوں کے ساتھ بپھرا ہوا باہر نکلا مسلمانوں نے عیسائیوں کو دیکھتے ہی شور کر کے ان تمام مسلمانوں کو چوکنا کر دیا جو فصیل کے نیچے پہنچ چکے تھے۔ مجاہدین ہوشیار ہو گئے جس مسلمان نے صلیب اٹھائی تھی اس نے دوڑ کر وہ صلیب حضرت شرجیل ؓ کے حوالے کر دی۔ عیسائیوں نے آتے ہی نہایت جوش اور سختی کے ساتھ حملہ کیا۔ مسلمانوں نے نہایت صبر و استقامت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ دست بدست جنگ شروع ہو گئی۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ خون پانی کی طرح بہنے لگا۔ مسلمانوں پر ہر طرف سے زد پڑ رہی تھی۔ ایک فصیل کے اوپر سے اور دوسرے سامنے سے۔ حضرت شرجیل ؓ نے مسلمانوں کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ مسلمان ترتیب کے ساتھ لڑتے ہوئے قدم قدم پیچھے ہٹنے لگے۔ عیسائیوں کو جوش اور غصہ تھا۔ وہ نہایت طیش میں حملے کر رہے تھے اور گلے پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے تھے۔ خود توما بھی میدانِ جنگ میں موجود تھا' اور وہ خود جنگ کر رہا تھا جس سے عیسائیوں کے جوش و خروش میں کئی گنا اضافہ ہو گیا تھا۔

توما نے شرجیل ؓ کے ہاتھ میں صلیب دیکھ لی تھی۔ وہ بہادروں کا ایک دستہ لے کر شرجیل ؓ پر لپکا اور شدت سے حملہ آور ہوا۔ توما نے چلا کر کہا۔ او ذلیل عرب! اپنی خیریت چاہتا ہے تو اس مقدس صلیب کو فوراً ہمارے حوالے کر دے۔ حضرت شرجیل ؓ نے نہایت غضبناک نگاہوں سے توما کو دیکھ کر کہا' او دشمن خدا! خبردار ہو جا کہ تیری ذلت اور ہلاکت کا وقت آ پہنچا ہے۔ یہ کہتے ہی شرجیل ؓ نے توما پر وار کیا مگر بہت سے عیسائی درمیان میں آ گئے۔ توما نے شرجیل ؓ پر وار کیا۔ شرجیل ؓ نے ڈھال پر اس کا وار روکا۔ خود تلوار سے اس پر دوسرا وار کیا۔ توما بھی ان کا وار بچا گیا۔ دونوں بہادر جنگی فنون سے واقف تھے۔ اپنے اپنے داؤ پیچ دکھانے لگے۔ اس عرصہ میں اُم ابان ؓ برابر تیر چلا چلا کر عیسائیوں کو زخمی کر رہی تھیں۔ انہوں نے توما اور شرجیل ؓ کو نبرد آزما دیکھا تو پوچھا یہ کون شخص ہے۔ قریب کے مسلمانوں نے بتایا کہ یہ توما ہے۔ شہنشاہ ہرقل اعظم کا داماد ہے۔ اسی نے تمہارے شوہر کو قتل کیا ہے۔ یہ سنتے ہی اُم ابان ؓ کا چہرہ جوش اور غصہ سے لال بھبھوکا ہو گیا۔ انہوں نے ترکش سے تیر نکال کر کمان میں رکھ کر چلہ کھینچا۔ وہ توما کو نشانہ بنا رہی تھیں۔ عیسائیوں نے دیکھ لیا وہ شور کرتے ہوئے ان کی طرف جھپٹے۔ لیکن اُم ابان ؓ نہایت استقلال سے کھڑی رہیں۔ نہ ڈریں نہ جھجکیں اور بسم اللہ پڑھ کر تیر چھوڑ دیا۔ اسی وقت توما شرجیل ؒ کے قریب پہنچ کر وار کرنا چاہتا تھا کہ دفعتاً اُم ابان ؓ کا تیر اس کی دائیں آنکھ میں پیوست ہو گیا۔ توما کا جسم کانپ گیا وہ آہ و فریاد کرتا ہوا پیچھے کی طرف ہٹ گیا۔ اُم ابان ؓ نے دوسرا تیر چلا کر اس کا خاتمہ کرنا چاہا مگر عیسائیوں نے اس کے گرد ڈھالوں کی دیوار قائم کر دی اور وہ بچ گیا۔ ان کا تیر ایک اور سردار کی گردن پر لگا۔ وہ گھوڑے سے اچھل کر گرا اور تڑپ کر مر گیا۔ اب اُم ابان ؓ نے جوش میں آ کر رجزیہ اشعار پڑھنے شروع کر دیے جن کا ترجمہ یہ ہے:

"اے اُم ابان! تو اپنا انتقام لے۔ ان پر ایسا حملہ کر جو سزا دینے والا ہو۔ رومی عیسائی تیرے تیروں سے فریاد کر رہے ہیں۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ لڑائی سے گریز نہ کروں گی (اے ابوابان بن سعیدؓ) میں تمہیں چھوڑ کر زندہ رہنا نہیں چاہتی۔"

اُم ابان ؓ ہر مصرعہ کے ساتھ ایک تیر چھوڑ رہی تھیں انہوں نے ایک عیسائی کے سینہ پر تیر مارا وہ لوہے کی زرہ پہنے ہوئے تھا لیکن تیر زرہ کو توڑتا ہوا سینہ میں پیوست ہو گیا۔ وہ آہ کر کے گرا دوسرا تیر ایک عیسائی کے بازو پر لگا وہ بازو پکڑ کر سسکیاں بھرنے لگا تیسرا تیر پھر اسی کو مارا تو وہ چکرا کر گرا۔ چوتھا تیر ایک عیسائی کے گھوڑے کے دماغ میں پیوست ہوا تو وہ ایک دم الف ہو گیا۔ عیسائی نشست قائم نہ رکھ سکا۔ قلابازی کھا گیا اس کے اوپر گھوڑا گرا اور اس کی ہڈی پسلی چور ہو گئی۔ پانچواں تیر ایک اور عیسائی کے حلق میں لگا وہ پشت کی طرف الٹ گیا گھوڑے نے بشنگ مار کر اُسے پھینک دیا اور وہ عیسائیوں کے گھوڑوں سے روندا گیا۔ غرضیکہ اُم ابان ؓ نے انتقام لے لیا۔ انہوں نے آٹھ دس عیسائیوں کو مار ڈالا لیکن اس پر بھی ان کا جوشِ انتقام سرد نہیں ہوا وہ برابر تیر چلاتی رہیں۔

عیسائیوں نے جوش میں آکر اُم ابان ؓ پر زبردست یورش کی بہت سے مسلمان سینہ سپر ہو گئے اور انہوں نے ایسے پرزور حملے کیے کہ عیسائیوں کے دانت کھٹے کر دیے۔ بالآخر عیسائی بھاگ کھڑے ہوئے۔ توما قلعہ کے دروازہ پر پہنچ کر گھوڑے سے گر پڑا۔ تیر اس کی دائیں آنکھ میں پیوست تھا۔ اسے سخت اذیت' تکلیف اور بے چینی تھی۔ تمام معزز عیسائی جمع ہو گئے۔ شاہی طبیب اور جراح بلائے گئے۔ سب نے تیر کو نکالنے کی ہر چند تدبیریں کیں لیکن نہیں نکال سکے۔ آخر انہوں نے تیر کی لکڑی کاٹ دی اور لوہے کا حصہ یعنی گالتی آنکھ کے اندر رہ گئی۔ اس کے بعد بھی اُم ابان ؓ کئی معرکوں میں شریک ہوئیں اور ہر معرکے میں نہایت سرفروشی اور بہادری سے لڑیں لیکن شہادت کی تمنا پوری نہ ہوئی۔ مجاہدین اسلام نے انہیں کمسن مجاہدہ کا خطاب دے دیا تھا۔

دوسری شادی

حضرت ابوابان ؓ کی شہادت کے بعد آپؓ سے شادی کے لیے مدینہ منورہ میں بہت سے کبار صحابہ، عشرہ مبشرہ کے پیغامات آئے، جن میں عمر بن خطاب علی بن ابی طالب، زبیر بن عوام اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت ام ابان ؓ نے ان میں حضرت طلحہ بن عبیداللہ تیمی ؓ کو جو اصحاب عشرہ مبشرہ میں شامل تھے، باقی صحابہ کرامؓ پر ترجیح دی اور ان سے نکاح کر لیا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہا: "میں ان کے اوصاف حمیدہ سے واقف ہوں، وہ گھر آتے ہیں تو ہنستے ہوئے، باہر جاتے ہیں تو مسکراتے ہوئے، کچھ مانگو تو بخوشی دے دیتے ہیں۔ اور خاموش رہو تو مانگنے کا انتظار نہیں کرتے۔ اگر کوئی کام کرو تو شکرگزار ہوتے ہیں اور خطا ہو جائے تو معاف کر دیتے ہیں۔" (کنز العمال)

اولاد

حضرت طلحہ ؓ سے تین بیٹے اسحاق، یعقوب اور اسماعیل پیدا ہوئے۔

وفات

تاریخ میں وفات کا سال معلوم نہیں۔

دعائے مغفرت
اناللہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، پشاور شہر کے ناظم مالیات حاجی خدا بخش کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0300-5930818

☆ حلقہ بہاول نگر، فقیر والی کے نقیب اشفاق حسن کے بہنوئی وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0321-7598646

☆ حلقہ فیصل آباد، جھنگ کے ملتزم رفیق عبدالمجید کھوکھر کے چھوٹے بھائی وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0333-6729758

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔
قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

رفقاء متوجہ ہوں
ان شاء اللہ

"قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی" میں
26 جون تا 02 جولائی 2021ء (بروز ہفتہ نماز عصر تا بروز جمعۃ المبارک نماز جمعہ)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔
رفقاء اِن موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-
☆ جہاد فی سبیل اللہ اور ☆ اسلام کا انقلابی منشور

02 تا 04 جولائی 2021ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع
کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔
ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔
☆ منہج انقلاب نبوی ﷺ ☆ شہادت علی الناس و اقامت دین
زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء و معاونین متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 021- 34306041

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت (042)35473375-78

امریکا، اسرائیل: ایک سکہ، دو رُخ

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

آج خونچکاں اور ملبے کے ڈھیر فلسطین کے پسِ پردہ عالمی چودھری امریکا کی بے حسی کی وجوہات جاننے کے لیے 2018ء میں امریکا اور اسرائیل کو یروشلم میں دیکھیے۔ امریکی سفارت خانے کی افتتاحی تقریب (14 مئی 2018ء) کی فضا میں امریکا اسرائیل تعلقات کی گہرائی وگیرائی، دونوں ممالک کی اہم ترین سیاسی اور مذہبی شخصیات کی موجودگی، باہم دگر محبت اور سرخوشی کی کیفیت دیدنی تھی۔ یہ گریٹر اسرائیل کے مرکز کے افتتاح کے مترادف ماحول تھا۔ 14 مئی کا انتخاب مزید زخموں پر نمک چھڑکنے کا سامان تھا، کیونکہ مصنوعی، غاصب ریاست اسرائیل کا یہ یوم آزادی ہے، جب فلسطینی قوم کی بے دخلی، قتل عام اور ارضِ مقدس پر بڑھتے پھیلتے لامنتہا قبضے کا آغاز ہوا۔ درحقیقت اسرائیل کی اندھی حمایت امریکی عقیدے کا حصہ اور ہر امریکی صدر کے فرائض میں شامل رہا ہے۔ اسرائیل کے حق میں بائیڈن بھی اتنا ہی متشدد ہے۔

14 مئی کو امریکی سفارت خانے کی افتتاحی تقریب سفارتی افتتاح نہ تھا، عالمی، جنونی، صیہونی، عیسائی یہودی مذہبی تقریب تھی۔ ایک طرف مذہبی جوش وخروش سے یہ تقریب جاری تھی، اس سے 100 کلومیٹر کے فاصلے پر 40 ہزار فلسطینی شدید احتجاج کر رہے تھے۔ چوری اور سینہ زوری کی اس تقریب کے نازک موقع پر اسرائیل نے اعراض یا چشم پوشی نہ برتی بلکہ مظاہرین پر اطمینان سے گولیاں برسائیں۔ ادھر غزہ کی سرحد پر منظر دھوئیں، لاشیں، ایمبولینس اور اسی کے بیچ نماز کی صف کا تھا۔ 52 فلسطینیوں کی شہادت اور 2 ہزار سے زائد زخمیوں کا تھا۔ وائٹ ہاؤس ترجمان نے سارا الزام حماس پر ڈال دیا! (تم نے یروشلم کے غاصبانہ قبضے پر امریکی مہر ثبت کیا جانا قبول کیوں نہ کیا؟) حماس کو دہشت گرد تنظیم کا نام دے کر (ظلم کی مزاحمت کے جرم پر) اسرائیل کے 73 سالہ کالے کرتوتوں کو شفاف بنا دیا۔ فلسطین پر ہر ظلم جائز قرار پایا۔ سوشل میڈیا پر حماس کو بدنام کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ دوسری جانب سجے اسٹیج پر امریکی سفیر مسند نشین ہے۔ جراڈ کشنر (امریکا کا یہودی داماد، وائٹ ہاؤس کا مشیر، ان اقدامات کی روح رواں اور سعودی عرب، امارات کا تہذیبی منظر پلٹنے کا مرکزی کردار۔) امریکی، اسرائیلی جھنڈوں کے جلو میں ''یو ایس ایمبیسی یروشلم'' کا لوگو پشت پر لیے فاتحانہ تقریر فرما رہے ہیں۔ وائس آف امریکا کی خبروں کے بیچ صدر ٹرمپ کی ٹویٹ جگمگا رہی ہے: ''اسرائیل کے لیے ایک بڑا دن: مبارک ہو!'' نیتن یاہو نے بین الاقوامی قوانین اور عالمی رائے عامہ کی دھجیاں بکھیرتے کہا: ''ہم یروشلم میں ہیں اور اب ہم یہیں رہیں گے۔'' باوجودیکہ مشرقی یروشلم فلسطین کا طے شدہ دارالحکومت ہے، مگر اسرائیل جبراً پورے یروشلم پر قبضہ کیے بیٹھا اپنا حق جتا رہا ہے۔

افتتاحی تقریب میں امریکی سفیر ڈیوڈ فریڈ مین نے اسٹیج سنبھالا۔ فریڈ مین قدامت پرست یہودی، عبرانی زبان پر عبور رکھنے والے ہیں۔ 2021ء میں یہ منصب چھوڑتے ہوئے فریڈ مین نے خصوصاً وہ تمام خدمات گنوائیں جو اس عرصے میں اسرائیل کو مستحکم کرنے کے لیے انہوں نے انجام دیں۔ اسرائیل کی خدمت اپنے پیش روؤں سے بہتر طور ادا کرنے میں اس نے یہ بھی بتایا کہ سفیر بننے سے پہلے مَیں کم وبیش 75 مرتبہ اسرائیل جا چکا ہوں اور انہیں (یہودی اسرائیلیوں کو) بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ (یہ ایسے ہی ہے جیسے ہمارا کوئی سفیر 75 عمرے کرنے کا تذکرہ کرے!)

امریکی سفیر نے خطاب کرتے ہوئے کہا: ''آج کے دن 70 سال پہلے تقریباً عین اسی وقت ڈیوڈ بن گوریان نے اسرائیل کی آزادی کا اعلان کیا تھا۔ اس کے گیارہ منٹ بعد صدر ہیری ٹرومین نے ازسرنو وجود پانے والے اسرائیل کو تسلیم کرنے میں پہل کی۔ بعد میں انہیں ملال رہا کہ انہوں نے بہت دیر کردی! (11 منٹ لگا دیے!) ایک مرتبہ پھر امریکا نے 70 سال بعد بالآخر اگلا قدم اٹھانے میں پہل کردی ہے۔ وہ دن جس کا انتظار کیا جاتا رہا، جس کے لیے ووٹ ڈالے گئے، دعائیں کی گئیں...... یعنی یروشلم میں امریکا کا سفارت خانہ یہاں اسرائیل میں کھولا جانا۔ آج کا یہ تاریخی اقدام ایک شخص کی وسعت نگاہ، جرأت، اخلاقی شفافیت کی بنا پر ہے جو ہماری طرف سے بے حساب اور دائمی شکرگزاری کا حقدار ہے۔ یعنی صدر ڈونلڈ ٹرمپ ...... پھر سفیر نے وہاں موجود اہم اسرائیلی اور امریکی شخصیات کی طویل فہرست سنائی کہ یہ امریکی وفد ان افراد پر مشتمل ہے جو اسرائیل کے بہی خواہ اور یہ خواب شرمندۂ تعبیر کرنے کو محنت کرتے رہے۔ (فضا یہ تھی گویا اسرائیل اور امریکا یک جان دو قالب، ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔) پھر کہا: آج ہم امریکی عوام سے اپنا وعدہ پورا کر رہے ہیں۔ ہم اسرائیل کو ہر دوسری قوم کی طرح اس کا یہ حق دے رہے ہیں کہ وہ اپنا دارالحکومت خود تجویز کرے۔ (پرائی سرزمین پر قابض ہو کر؟) وہ شہر جو تین ہزار سالہ تاریخ رکھتا ہے، اُس وقت سے جب بادشاہ داؤد نے قدیم اسرائیل کا پایۂ تخت اسرائیل کو بنایا تھا۔ (لیکن داؤد علیہ السلام اور سبھی انبیاء کی یہ وراثت خاتم النبیین ﷺ کے ذریعے اُمتِ محمد ﷺ کا حق بن چکی ہے۔ تحویل امامت ہو کر بنی اسرائیل معزول ہوئے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے اُمتی وارث قرار پائے۔) یروشلم نے ہمیشہ سے امریکیوں کو متاثر کیا ہے، حتیٰ کہ امریکا کے جمہوریہ بننے سے بھی پہلے سے۔ سفیر نے پچھلے امریکی صدور کی یروشلم بارے عقیدت کا تذکرہ کیا کہ: ''اسرائیلی ریاست کے قیام سے 104 سال پہلے امریکا نے اپنی قونصلیٹ یروشلم میں بنائی تھی۔ صدر لنکن بھی سول وار کے خاتمے پر مقدس شہر یروشلم جانے کی خواہش رکھتے تھے۔ میں یہاں موجود پوری مذہبی قیادت کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ ان میں سے دو کو یہاں دعوت دوں گا۔ ڈلاس کے فرسٹ بپٹسٹ چرچ کے ڈاکٹر رابرٹ جیفرسن اور (نیویارک کے) ربی (یہودی پیشوا) ظلمان والووک کو، تاکہ وہ روحانی کلمات سے نوازیں۔''

('سفارتی تقریب' میں امریکی سفیر نے سب سے پہلے دعوتِ خطاب ایک عیسائی پادری اور ایک یہودی عالم کو دی! مسلمانوں کی روحانی دنیا اجاڑتی سیکولرازم کی یلغار، نیز کشنر کے ذریعے سعودی تہذیب پر لادینیت مسلط کرکے۔)

ڈاکٹر رابرٹ جیفرسن، مسلسل آنکھیں بند کیے عالم جذب میں یہ بولا کیے الہامی لب ولہجے میں: ''آسمانی باپ! ہم آپ کے سامنے آئے ہیں۔ ابراہیم، اسحاق اور

یعقوبؑ کے خدا، اس تاریخی موقع کو اپنے بندوں کی زندگی میں لانے پر ہم آپ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ چار ہزار سال پہلے آپ نے اپنے بندے ابراہیمؑ سے کہا تھا کہ آپ اسے ایک عظیم قوم کا باپ بنائیں گے۔ ایک قوم جس کے ذریعے پوری دنیا کو برکت عطا ہوگی۔ اور اب جب ہم پلٹ کر دیکھتے ہیں کہ کیسے اسرائیل پوری دنیا کے لیے باعث برکت ہے۔ اس کی ایجادات (مثلاً ایٹم بم! ایٹم بم کے 'مین ہٹین پراجیکٹ' میں 8 چوٹی کے سائنس دان یہودی تھے دوسری عالمی جنگ (46-1939ء) کے دوران۔) طب، ٹیکنالوجی اور انرجی میں۔ سب سے بڑھ کر تو یہ کہ خود اسرائیل نے کس طرح دنیا کو بابرکت کیا۔ (بالخصوص سرزمین فلسطین، فلسطینیوں کے خون سے سیراب ہو کر لہلہاتی رہی!) ہم آج آپ کے حضور کھڑے ہیں، آپ کی اس عطا بخشی اور مضبوط حفاظت پر جو آپ نے اس قوم کو عطا کی، ان سب کے مقابل جو اسے تباہ کرنا چاہتے تھے۔ وہ قوم جسے آپ نے اپنی آنکھوں کا تارا کہا۔ اور آسمانی باپ! ہم سب آپ کے کتنے شکر گزار ہیں کہ آج سے 70 برس بیشتر عین اسی دن اسی لمحے آپ نے ہزارہا سال پہلے رسولوں کی پیشین گوئیاں پوری کی تھیں۔ (انبیاء و رسل جن میں سے کئی کو یہود نے جھٹلایا، کئی کے قتل کے مرتکب ہوئے، عیسیٰؑ کی تکذیب اور بالآخر قتل کی سازش پر اللہ نے انہیں زندہ اٹھالیا!) اور آپ نے لوگوں کو وعدے کی سرزمین پر اکٹھا کیا۔ آج ہم آپ کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں وزیراعظم نیتن یاہو کی باہمت قیادت اور ان کے اس عزم پر کہ وہ اپنے لوگوں کی ہر قیمت حفاظت کریں گے۔'' (عین اس وقت نہتے فلسطینی جن کی غصب شدہ سرزمین پر یہ کلمات ادا ہو رہے تھے، 62 شہید اور دو ہزار زخمی ہو کر یاہو کے عزم کی قیمت چکا رہے تھے!) پھر یروشلم کے امن و سلامتی و خوشحالی اور اس کے چاہنے والوں کے لیے دعائیں کیں، کہ: ''یہ دعائیں ہم اس نام سے کرتے ہیں جو امن کے شہزادے، مسیحؑ، ہمارے خدا کی روح ہے۔'' (آمین!) سفارتی تقریب میں پاکئی داماں کی اس حکایت پر (جس کی بنا پر 3 ہزار سالہ قبضے کا حق ثابت کیا جا رہا ہے) اللہ نے قرآن میں آسمانی کتب میں کی گئی تحریفات کی درستی فرما دی۔ یہود و نصاریٰ کی تاریخ کھول کر حرفاً حرفاً سامنے رکھ دی ہے۔ اب کامل و اکمل رب کا لاریب شک و شبے سے پاک کلام، حق پر مہر ثبت کرتا ہے۔

یہود و نصاریٰ کے لیے دروازے کھلے ہیں۔ حق کی تصدیق کرو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم (خاتم النبیین) پر ایمان لاؤ۔ اللہ کے سچے وعدوں کو پالو۔ یہودی عالم جو لپک کر مسلمان ہوئے، عبداللہ بن سلام کی مانند۔ قبل اس کے کہ دجل و فریب کے طوفان اٹھیں، دجال کا ظہور ہو اور ایمان لانا ممکن نہ رہے! اللہ تعالیٰ نے المائدہ :18 میں رابرٹ جیفرسن کے چہیتے ہونے کے دعووں پر پیشگی تبصرہ کر رکھا ہے: ''یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے، پیارے ہیں۔ کہو کہ پھر وہ تمہاری بداعمالیوں کے سبب تمہیں عذاب کیوں دیتا ہے؟ (نہیں) بلکہ تم اس کی مخلوقات میں سے (دوسروں کی طرح ہی کے) انسان ہو۔ وہ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب دے۔ آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب پر اللہ ہی کی حکومت ہے اور (سب کو) اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

(اب ابراہیم تا اسحاق، داؤد و سلیمان، موسیٰ تا عیسیٰ علیہم السلام کے حقیقی وارث، ان کے پیغام اور مقاماتِ مقدسہ کے حقیقی متولی مسلمان، اہل اسلام ہیں۔ آخری نبی ﷺ پر ایمان اور آخری شریعت کا اتباع نجات، چہیتے بننے کی واحد ضمانت ہے۔)

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

وفاق المدارس سے الحاق شدہ

کُلّیۃ القُرآن (قرآن کالج) لاہور

191۔ اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو خود قرآن سیکھتے ہیں اور دوسروں کو قرآن سکھاتے ہیں۔'' (حدیث نبوی ﷺ)

درس نظامی کے ساتھ ساتھ میٹرک (آرٹس، سائنس)۔ ایف اے۔ بی اے اور ایم اے کے خواہش مند طلبہ کے لیے تمام درجات (ثانویہ عامہ۔ ثانویہ خاصہ۔ عالیہ اور عالمیہ) میں

داخلے شروع

اہلیت برائے داخلہ

☆ برائے درجہ ثانویہ عامہ (اولیٰ) آٹھویں جماعت پاس۔ میٹرک پاس کو ترجیح دی جائے گی۔

☆ برائے درجہ ثانویہ خاصہ (ثالثہ۔ رابعہ) میٹرک مع ثانیہ پاس۔

☆ برائے درجہ عالیہ (خامسہ۔ سادسہ) ایف اے مع رابعہ پاس۔

☆ برائے درجہ عالمیہ (موقوف علیہ۔ دورۂ حدیث) بی اے مع سادسہ پاس۔

شیڈول برائے داخلہ

☆ داخلہ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ 14 جون 2021ء

☆ انٹرویو اور تحریری ٹیسٹ 14 جون 2021ء

☆ کلاسز کا آغاز 15 جون 2021ء

خصوصیات

☆ دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم لازمی

☆ حفاظ۔ ذہین اور مستحق طلبہ کے لیے مراعات

☆ وفاق المدارس العربیہ اور لاہور بورڈ/ پنجاب یونیورسٹی کا نصاب

☆ نمایاں پوزیشن لینے والے طلبہ کے لیے وظائف

برائے معلومات

دفتری اوقات کے دوران 042-35833637

دفتری اوقات کے بعد 0301-4882395

المعلن

حافظ عاطف وحید، مہتمم

ریاض اسماعیل، پرنسپل

Self-confessed terrorist – Israel's next prime minister

One terrorist, Naftali Bennett, has replaced another terrorist, Benjamin Netanyahu, who is also facing fraud charges and may end up in prison after being thrown out of the prime minister's residence.

Naftali Bennett, Israel's new prime minister, is a self-confessed terrorist.

"I have killed lots of Arabs in my life and there's no problem with that," he boasted in 2013, according to a HuffPost story, based on a report in the Hebrew language newspaper, Yedioth Ahronoth.

Son of North American immigrants from California, Bennett insisted in an interview with Al Jazeera in 2017 that God promised the land of Palestine to the Jews.

He resorted to the Bible to justify his outlandish claims to Palestine.

Based on this self-serving reading of the Bible, Bennett has stated categorically, "The land is ours. I will do everything in my power, forever, to fight against a Palestinian state being founded in the Land of Israel."

Bennett's boast to have "killed many Arabs" came after he declared during a cabinet meeting his backing for killing Palestinian prisoners, rather than bringing them to trial.

In response to a proposal in the Israeli cabinet on July 28, 2013 to release 104 Palestinian prisoners, Bennett had said that "If you catch terrorists, you have to simply kill them."

At the time, he was Israel's minister of Industry, Trade and Labor in the Netanyahu regime.

Naftali Bennett has also held the positions of Minister of Diaspora Affairs from 2013 to 2019 and Minister of Defense from 2019 to 2020.

He has led the New Right party, an extreme right-wing (a.k.a. terrorist) party of Israel, since 2018, having previously led the Jewish Home party between 2012 and 2018.

A leading advocate of illegal Israeli settlements, Bennett was commando in the Israeli army.

Peddling Zionist mythology, he also insists, "Jerusalem has been our capital for 3,800 years and it's going to be our capital for eternity."

While few would mourn the departure of Benjamin Netanyahu from the scene, the Palestinians do not view the emergence of a "new coalition government" is Israel as changing anything.

In fact, all it does is, change faces but with even more extremist figures coming to power.

It is incredible to note how many extremists and terrorists the Zionist state has produced.

Zionism is a racist ideology that has created a monstrous colonial settler entity in occupied Palestine and insist on calling it Israel.

How else does one explain illegal immigrants from North America, Europe and Russia laying claim to the land of the indigenous Palestinian people peddling the notion that God promised them this land even while they don't truly believe in God?

Without defeating and dismantling this monstrous ideology, there will be no peace in the holy land.

__Source__: ***An article by M. Ismail published on the web edition of Middle East Eye***

Vol. 30 Regd. C.P.L NO. 114 No.22

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore